# دیوبندیت
## کے بدلتے رنگ

مرتبہ

ابوعذرا محمد نعیم الدین رفعت برکاتی

ناشر

ماتریدی ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

نام کتاب...... دیوبندیت کے بدلتے رنگ

مرتبہ......... ابو عذرا محمد نعیم الدین رفعتؔ برکاتی

معاون........ محب گرامی محمد رمضان رضا ماتریدی صاحب قبلہ

نظر ثانی....... مجاہد سنیت حضرت مولانا احمد رضا قادری صاحب سہارن پوری

ناشر...........ماتریدی ریسرچ سینٹر، مالیگاؤں، انڈیا

سن اشاعت... اپریل ۲۰۲۴ء مطابق شوال المکرم ۱۴۴۵ھ

# فہرست

## ضروری اعلان

عبارات واقتباسات کے نقل کرنے میں صحت نقل کا اور کتاب کی کمپوزنگ میں اپنی طرف سے تصحیح کا پورا خیال رکھا گیا ہے، تاہم بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان اب بھی ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ کتاب میں کسی قسم کی غلطی یا خامی نظر آئے، تو ہمیں ضرور اطلاع فرمائیں، تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔ نیز کتاب پر اپنی رائے درج ذیل ای میل پر ارسال فرماسکتے ہیں۔

rifatbarkati2@gmail.com

# شرفِ انتساب

شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، الشاہ

**امام احمد رضا خان** حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور آپ کے جملہ شہزاگان وخلفاء حضرات کے نام

نیز اپنے والدین کے نام، جن کی دعاؤں اور قربانیوں کے بعد ہی فقیر اس قابل ہوا۔ اور اپنے تمام اساتذہ کرام کے نام، جن کی محنت ونیک آراء کی بدولت فقیر یہاں تک پہنچا ہے۔

# حرفِ اول

تاریخ شاہد ہے کہ اہلِ حق کے صاف و شفاف چہرے پر اہلِ باطل نے ہر دور میں شکوک و شبہات کے گرد و غبار اور اعتراضات و الزامات کے کیچڑ اچھال کر ان سے عوام الناس کو متنفر کرنے کی کوششیں کیں۔اور عارضی طور پر بظاہر وہ کامیاب بھی نظر آئے۔ مگر صاحبانِ علم و تحقیق نے جب ان کا تعاقب کیا، اور ان کے وارد کیے گئے شکوک وشبہات،اور اعتراضات و الزامات کو دلائل کی روشنی میں جائزہ لے کر دنیا کے سامنے پیش کیا، تو اہلِ باطل کے مکروہ چہرے بے نقاب ہو کر رہ گئے۔اور ان کے مکر و فریب کے پھیلائے ہوئے سارے تارِ عنکبوت دلائل و براہین اور حقائق و شواہد کی ہلکی سی ہوا کے سامنے ہی ٹوٹ کر بے نام و نشان ہو گئے۔

نیز اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ حق کے مقابلے میں اہلِ باطل مختلف ادوار میں مختلف صورتوں اور مختلف ناموں سے اپنے پیر پھیلانے اور قدم جمانے کی انتھک کوششیں کرتے رہے ہیں۔اگرچہ ذلیل و خوار ہو کر دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنتے رہے ہیں۔ یہاں ان تمام فرقوں کا ذکر نہ مطلوب ہے،نہ ہمارا موضوع سخن، کیونکہ ان تمام فرقہائے باطلہ سے اہلِ علم خوب واقف ہیں۔البتہ ایک نئے دین بنام "دینِ دیوبندیت" اور ان کے متبعین کے بدلتے رجحانات کے متعلق زیرِ نظر رسالہ میں چند حقائق پیش کرنے والا ہوں۔ جس پر تفصیلی بحث اگر کی جائے تو کئی ضخیم کتابوں تک پھیل جائے گی،اس لیے مختصر اًعبارات و اقتباسات نقل کرکے اصل معاملہ سے قارئین کو آگاہ کر دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ نیز قارئین پر واضح رہے کہ اس رسالہ میں عام فہم الفاظ و انداز کا بالخصوص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ کم اردو پڑھنے والے لوگ بھی اس رسالے کو بلامشقت بآسانی پڑھ کر حقائق سمجھ

سکیں۔ راقم الحروف نے رسالہ کو دو باب میں تقسیم کیا ہے۔ **باب اول** میں عقائد اہلسنت اور دیوبندیت کے بدلتے رنگ کو پیش کیا ہے۔ جبکہ **بابِ دوم** میں معمولات اہلسنت پر علماء دیوبند کی کتب و فتاویٰ جات نقل کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ دینِ دیوبندیت کے متبعین اگرچہ اپنے ابتدائی دنوں میں ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے عقائد و معمولات پر بے سروپا اعتراضات وارد کیے مگر اب بدلتے زمانے کے ساتھ دیوبندیت بھی اپڈیٹ ہو چکی ہے۔ اور عقائد و معمولات اہلسنت کو صحیح اور درست قرار دیتے ہوئے ہم اہلسنت وجماعت کے بالکل قریب آچکے ہیں۔ اس رسالہ کو غیر جانب دار ہو کر پڑھنے والا ہر دیوبندی ان شاء اللہ تعالی اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی حقانیت کو بچشم و دل تسلیم کرے گا، کیونکہ اس میں ان کے اکابر علماء اور بزرگوں کی کتب و فتاویٰ جات کی عبارات و اقتباسات کے حوالے نقل کیے گئے ہیں۔ جن کے متعلق ایک دیوبندی، جناب اسحاق باجوڑی صاحب لکھتے ہیں:

”ظاہر بات ہے کہ جب کسی بات میں بزرگوں کا حوالہ آجاتا ہے تو پھر اس بات کو رد کرنا اپنے بزرگوں سے بغاوت کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے“

(حکیم الامت کے سیاسی تفردات، ص ۱۴)

لہذا ان سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے امید ہے کہ دیوبندی حضرات اپنے اکابر علماء اور بزرگوں سے بغاوت کرنے کے بجائے اپنے افکار و اعتقادات کی اصلاح کو ترجیح دیں گے۔

## بابِ اول

# عقائد اہلسنت

## میں دیوبندیت کے بدلتے رنگ

**محترم قارئین کرام**! اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ جیساکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اور یہ دین آخری ہے یعنی اس دین کے بعد اب کسی دین کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ مکمل بھی ہے۔ چنانچہ محمود عالم صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

”اس میں تو سب کا اتفاق ہے کہ دین اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔“

(انوارات صفدر، ص ۱۰۰)

اور یہ دین سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا ایسا دین ہے جو دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات کا ضامن ہے۔ جیساکہ دیوبندیوں کے مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی لکھتے ہیں:

"اسلام جناب نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والا ایسا دین ہے، جو پورے عالم انسانی کی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ضامن ہے"

(محقق و مدلل جدید مسائل، ص ۳۵)

لیکن دینِ اسلام کے مقابلے میں رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی نے مل کر ایک الگ دین قائم کیا۔ جیسا کہ زکریا کاندھلوی دیوبندی صاحب نے کہا ہے:

"ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے تھام لو، اب قاسم و رشید پیدا ہونے سے رہے، بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ"(صحبتے با اولیاء، ص ۱۲۵)

ایک مکمل اور آخری دین جو دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ضامن ہو اس کے بعد ایک نئے دین کو ان دونوں نے آخر کیوں قائم کیا؟ حالانکہ محمود عالم صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اسلام ہی دین حق ہے، اس میں شک نہیں کہ ہر دین والا اپنے دین کو ہی حق کہتا ہے لیکن سب دین یقیناً حق نہیں ہیں۔"(انوارات صفدر، ص ۱۱)

اور امین صفدر اوکاڑوی دیوبندی صاحب کہتے ہیں:

"سچا دین فقط اسلام ہے۔**ان الدین عند اللہ الاسلام**"

(خطبات صفدر، اول، ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ اسلام سچا، آخری، اور مکمل دین ہے، اس کے علاوہ جو بھی دین ہے، وہ حق پر نہیں ہے۔ باوجود اس کے رشید و قاسم نے نیا دین قائم کیا جس کا نام "دیوبندیت" ہے، دیوبندیت کی ابتدا منظم

طریقے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیوں اور زبان درازیوں سے ہوئی، اور پھر عقائد و معمولات اہلسنت کی مخالفت کو دیوبندیوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دنیا والوں کی توجہ اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے رہے۔ جس میں کسی حد تک انہیں کامیابی بھی ملی، اور سادہ لوح مسلمان ان کی عیاری و مکاری کو سمجھ نہ سکے، اور ان کے جھانسے میں آکر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان دیوبندیوں کی کتابیں آج بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے کس طرح محبوبانِ خدا کی شان میں گستاخیاں کیں، اور معمولات اہلسنت پر کیسے کیسے جاہلانہ و احمقانہ اعتراضات کیے۔ اور اپنی حقیقت چھپا کر کیسے انہوں نے اپنے آپ کو دودھ کا دھلا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ مگر

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

کے مطابق زیادہ دنوں تک دیوبندی اپنے مکروہ چہرے کو نقاب میں نہ رکھ سکے، کیونکہ علماء اہلسنت نے گاہے بگاہے دلائل و شواہدات کی روشنی میں اس کی اصلیت اجاگر کرکے ان کی عیاری و مکاری سے دنیا کو آگاہ کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دیوبندیت آخر کار بے نقاب ہوگئی، اور لوگ اس سے متنفر ہونے لگے۔ اور ان سے قطع تعلق کرنے لگے۔ لیکن حالات اپنے خلاف دیکھ کر دیوبندیوں نے پینترا بدلا، اور اپنے وجود کی بقا کی خاطر رفتہ رفتہ اہلسنت وجماعت کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ کر پیش کرنے لگے۔ اور یہ تبدیلی محض ظاہری طور طریقوں ہی تک محدود نہیں رکھا بلکہ عقائد و نظریات اور معمولات میں بھی خود کو بدلنا شروع کر دیا۔ اور پھر خود دیوبندیوں نے ہی اس بات کا اعلان بھی کرنے لگے کہ اب دیوبندی اور بریلوی میں کوئی فرق نہیں رہا۔

## صرف ایک بالشت کا فرق رہ گیا ہے

چنانچہ خلیل الرحمٰن قاسمی برنی دیوبندی صاحب اپنے مفتی سعید احمد پالن پوری کے بارے میں لکھتے ہیں:

" فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کا کہنا تھا کہ بریلویت اور دیوبندیت میں اب صرف ایک بالشت کا فرق رہ گیا ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ اب یہ فرق بھی ختم ہوتا جارہا ہے"(تذکرہ سلطان العلماء، ص۲۳۸)

واضح رہے کہ منظور نعمانی کوئی عام دیوبندی نہیں تھے بلکہ خاص تھے اور دیوبندیوں کے مناظر بھی تھے۔ ان کے بارے میں ایک دیوبندی تو یہاں تک لکھتے ہیں:

"بریلویت کی جڑ انہوں نے خود بریلی میں قیام کر کے اکھاڑ ڈالی"

(الفرقان، بانی الفرقان نمبر، ص۷۸)

حالانکہ سچ بات یہ ہے کہ سرزمینِ بریلی پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی قادری بریلوی علیہ الرحمہ نے جب قلمی جہاد شروع فرمایا تو اچھے اچھے دیوبندی اپنا بوریا بستر اٹھا کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ منظور نعمانی، احسن نانوتوی، کے علاوہ بھی دیگر دیوبندی علماء کا مسکن پہلے سرزمین بریلی ہی تھی مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عظمت کا جب سکہ کھنکنے لگا، سارے دیوبندی وہاں سے نکلنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ اور یوں بریلویت کی جڑ اکھاڑنے کا دعویٰ کرنے والے خود وہاں سے نابود ہو گئے۔ المختصر یہ کہ بتانا یہ ہے کہ منظور نعمانی ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کو خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کا یہ اعتراف ہے کہ دیوبندیت وبریلویت میں اب صرف ایک بالشت کا فرق رہ گیا ہے۔ جبکہ دوسرے دیوبندی مفتی اس فرق کو بھی ختم ہو جانے کی خبر دے رہے ہیں۔

## دیوبندیت بریلویت کے انتہائی قریب

حکیم محمد اختر دیوبندی جو دیوبندیوں کے شیخ العرب والعجم ہیں، وہ **ارشاد حضرت مولانا منظور نعمانی اب دیوبندیت بریلویت سے ایک بالشت کے فاصلہ پر** کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

"پس اس مقام پر احقر یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ سالکین علماء، و طلباء کو اول درجے کو اپنانا چاہیئے یعنی جو کام جس انداز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس کو اسی طرح اپنائے اور اختیار کرے۔ یہ جو آج کل نیا ایک مزاج پیدا ہوا ہے کہ سنتوں کو چھوڑ کر نئے نئے طریقے اور عبادت کے نئے نئے انداز ایجاد کر لیے گئے اور جب اُن کو اس غلطی پر توجہ دلائی جائے تو جواب میں کہتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور فی نفسہ جائز تو ہے سو جب کہ مباح اور جائز ہے تو اس کے کرنے میں کیا حرج ہے اور اسی طرح بہت سے نئے نئے قسم کے ختمات اور وظائف ایجاد کیے گئے ہیں جن کا دور نبوت اور دور صحابہ و تابعین میں کوئی وجود نہیں ملتا۔ انتہائی دکھ اور افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ دیوبندی مسلک پر چلنے والے اور اپنے کو علمائے دیوبند سے وابستہ قرار دینے والے لوگ بھی اس میں کثرت کے ساتھ مبتلا ہیں۔ چنانچہ احقر نے استاد محترم حضرت مفتی سعید صاحب پالن پوری دامت برکاتہم سے یہ بات سنی جو کہ حضرت نے دوران درس بیان فرمائی اور ایک مرتبہ رابطۃ المدارس کے جلسے کے موقع پر اس بات کا تذکرہ کیا اور لکھنے سے پہلے جنوبی افریقہ سے حضرت کو بذریعہ فون معلوم کی اور عرض کیا کہ کتاب میں آپ کے حوالہ سے لکھ سکتا ہوں تو ارشاد فرمایا کہ ضرور لکھو کہ حضرت مولانا منظور نعمانی دامت برکاتہم نے اُن سے یہ بات ارشاد فرمائی کہ **اب دیوبندیت اور بریلویت میں ایک بالشت کے برابر فاصلہ رہ گیا ہے۔ اور دیوبندیت بریلویت کے انتہائی قریب پہنچ چکی ہے۔** تعجب ہے ان لوگوں پر کہ جب اس طرح کے مسائل اور ختمات اور نئی نئی باتوں پر ان کو روک ٹوک کی جاتی ہے تو وہ دلیل اس طرح سے پیش کرتے ہیں

کہ ان چیزوں کا عبادت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مگر یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تو ثابت ہونا چاہیے کہ اس ہیئت اور کیفیت کے ساتھ ان خاص مواقع پر خاص انداز سے ان کاموں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ و تابعین میں سے کسی نے کیا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کیا تو پھر ہمیں اُن کے کرنے کی کیا ضرورت ہے" (عرفانِ محبت، جلد ۲، ص ۲۵۲)

اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ جن امور کو دیوبندی علماء بدعت، غیر ثابت امور، نئے نئے قسم کے ختمات و وظائف قرار دیتے ہیں، بقول دیوبندی شیخ العرب والعجم:

"دیوبندی مسلک پر چلنے والے اور اپنے کو علمائے دیوبند سے وابستہ قرار دینے والے لوگ بھی اس میں کثرت کے ساتھ مبتلا ہیں" (عرفان محبت)

جس سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا کہ کوئی یہ نہ گمان کرے، یا کہے کہ ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) دیوبندیوں کے طریقے کو اپنانے لگے ہیں۔ بلکہ خود دیوبندی ہی مدتوں مخالفت کرتے رہنے کے باوجود رفتہ رفتہ اب ہم سنیوں کے طریقے پر آرہے ہیں۔ حتی کہ اب یہ فاصلہ ختم ہونے کو ہے۔

## یوسف لدھیانوی کے لیے موجبِ حیرت

جی ہاں! دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ دیوبندیوں کے مولوی صاحب کے لیے موجبِ حیرت ہے۔ جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں جناب محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"تیسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے میری رائے طلب کی ہے وہ دیوبندی بریلوی اختلاف ہے اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟

میرے لیے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف تو صحابہ کرام کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا، اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ھدی کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا۔ لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے، اس لیے کہ یہ دونوں فریق امام ابو حنیفہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں۔ عقائد میں دونوں فریق امام ابو الحسن اشعری، اور امام ابو منصور ماتریدی کو امام و مقتدی مانتے ہیں تصوف و سلوک میں دونوں فریق اور اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے مقلد اور مجدد الف ثانی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں۔ اور اکابر اور اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔" (اختلاف امت اور صراط مستقیم، ص ۳۷)

معاملہ شیشے کی طرح بالکل صاف ہے۔ نیز اسی کتاب کے حوالے سے دیوبندیوں کے حضرت اقدس مفتی عبد اللہ صاحب دیوبندی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"درحقیقت اگر دیکھا جائے تو دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجبِ حیرت ہے۔ شیعہ سنی اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننے نہ ماننے کے مسئلے پر پیدا ہوا لیکن دیوبندی، بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں"

(دیوبندی بریلوی اختلاف کا حل، ص۸)

معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے نزدیک ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی وہ سب باتیں، اور معمولات جن کو دیوبندی مصنفین و محررین متعصبانہ و معاندانہ طریقے سے لکھ کر اپنی کتاب کے صفحات کے ساتھ ساتھ اپنے نامہ اعمال کو بھی سیاہ کیا ہے۔ وہ زبردستی کی تفریق ہیں۔ اور بے جا الزامات و بہتان لگائے گئے ہیں۔ جن کا اعتراف آپ قارئین بھی زیرِ نظر رسالہ کو پڑھ کر کریں گے۔ ان شاءاللہ جَلَّ جَلَالُہٗ! کیونکہ اخلاق حسین قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”دونوں فرقوں (دیوبندی، بریلوی) کے اختلافی مسائل کو اگر غور سے دیکھا جائے تو زیادہ تر اختلاف لفظی معلوم ہوتے ہیں، حقیقی نہیں۔“

(علماء دیوبند کی تفسیری خدمات، ص۴۷)

ان حوالہ جات و اقتباسات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک دیوبندی و بریلوی میں کوئی معقول وجہ اختلاف نہیں ہے، ابتداءً قدرے اختلافات تھے بھی، تو وہ لفظی معلوم ہوتے ہیں، حقیقی نہیں۔ بہر حال اختلافات جیسے بھی ہوں، اب وہ بھی بقول دیوبندی ختم ہونے کو ہیں۔ لہذا اپنے آپ کو دیوبندی کہنے والے تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ حق بات سمجھنے کی کوشش کریں اور معمولات اہلسنت پر بے جا شرک شرک اور بدعت بدعت چلانا بند کریں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ آپ کے علماء کو جو کہنا تھا وہ کہہ گئے، مگر اب بھی آپ اگر بضد ہیں اور بے جا تفریق پیدا کر کے خود کو دودھ کا دھلا سمجھ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ کی سخت گرفت ہوگی۔ کیونکہ آپ اپنے ہی علماء کے خلاف کر رہے ہیں۔ لہذا حق کی حقانیت کا اعتراف کر کے بات بات پر شرک و بدعت کے گولے داغنے سے گریز کریں۔

# قصبہ دیوبند بھی بدل رہا ہے

قصبہ دیوبند جو دیوبندیت کی جائے پیدائش اور دیوبندیوں کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہاں بھی اب تبدیلی صاف دیکھی جارہی ہے۔ اور وہاں بھی اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے طریقے حسبِ سابق رائج ہورہے ہیں۔ چنانچہ ابوعکاشہ رحمن دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

> ”آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ جو دیوبند رد بدعت میں مشہور ہے اور جس کا نام قبر پرستی، میلاد اور قوالی وغیرہ کی حرمت وقباحت پر دال سمجھا جاتا ہے اسی دیوبند میں اب ربیع الاول کے مہینہ میں آپ جگہ جگہ میلاد کی محفلیں دیکھیں گے۔ اور بہت سی قبروں پر جمعرات کو چراغ اور اجتماعی معتقدین کا نظارہ فرمائیں گے اب سے دس سال پہلے یہ حال تھا کہ دیوبند بھر میں صرف ایک مزار ایسا تھا جس پر کچھ معمولی سی رسمیں کبھی کبھی نظر پڑ جاتی تھی اور وہ بھی ڈھکے چھپے؛ لیکن اب یہ حال ہے کہ کتنی ہی پرانی قبروں کو یار لوگوں نے مرمت کرکے زیارت گاہ بنالیا ہے اور جمعرات کو چراغ جلتے ہیں، زائرین نذر و نیاز لاتے ہیں، گاہ گاہ قوالیاں بھی ہوتی ہیں اور چادریں بھی چڑھتی ہیں؛ نیز کلیری خواجہ کے سالانہ عرس میں دیوبند سے جانے والوں کی تعداد ہر سال بڑھتی جارہی ہے۔“(تاریخ کے قاتل، ص۶۴۷، ۶۴۸)

لیکن دور کے دیوبندی حضرات ان باتوں سے بے خبر ہیں، اور دیوبندیت کی ابتداء میں لگائی گئی نفرت کی آگ کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اب تو حالت یہ ہے کہ:

- ❑ دیوبند میں میلادِ کی محفلیں سجائی جارہی ہیں۔
- ❑ دیوبند میں مزارات پر چراغ جلائے جارہے ہیں۔

- ❑ دیوبند میں پرانی قبروں کی تعمیریں کی جارہی ہیں۔
- ❑ دیوبند میں قبروں کو زیارت گاہ بنایا جارہا ہے۔
- ❑ دیوبند میں زائرین نذرو نیاز دلارہے ہیں۔
- ❑ دیوبند میں قوالیاں کی جارہی ہیں۔
- ❑ دیوبند کے لوگ کلیر شریف ہر سال سالانہ عرس میں جارہے۔

یہ تبدیلیاں آئی ہیں اس مقام پر جو دیوبندیوں کا مرکز ہے۔ جہاں دیوبندیت نے اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی مخالفت کی بنیاد رکھ کر اپنا سفر جاری کیا، نیز یہ تبدیلیاں صرف قصبہ دیوبند تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند میں بھی دیکھی جانے لگیں۔ چنانچہ انہی تبدیلیوں کو دیکھ کر، جناب مجیب اللہ ندوی صاحب لکھتے ہیں:

> ”دارالعلوم دیوبند کے علماء جنہوں نے شرک ہی نہیں، بلکہ چھوٹی چھوٹی بدعتوں کے مٹانے کی کوشش کی، ان خرافات کے رد میں مناظرے کیے، آج وہاں کا یہ حال ہے کہ لوگ دعا کے لیے روپیہ بھیجتے ہیں۔ اور بخاری کا ختم کر کے دعا کی جاتی ہے، مصر کے لیے بھی ختم بخاری کے بعد دعا کی گئی تھی، جس ادارہ کے بزرگوں نے مقررہ وقت پر قرآن خوانی کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا، اب وہاں ختم بخاری کی بدعت جاری کی جائے، کس قدر تعجب کی بات ہے۔ مگر آج اس کے خلاف کوئی آواز اس لیے نہیں اٹھ سکتی کہ بعض بزرگوں کے زیر سرپرستی یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ جن کی عظمت نے زبانوں پر مہر سکوت لگادی ہے۔“

(فاران، توحید نمبر، ص۱۸۹)

دیکھ رہے ہیں؟ قصبہ دیوبند ہو یا وہاں کا دارالعلوم ہر جگہ تبدیلیاں آچکی ہیں۔ اور دیوبندی حضرات رفتہ رفتہ اپڈیٹ ہو کر اسی راہ پر آرہے ہیں بلکہ آچکے ہیں جس پر چلنے والوں کی مخالفت میں اب تک جیتے رہے ہیں۔

## اس رسالہ میں کیا ہے؟

محترم قارئین کرام! اس رسالہ میں ہم اسی بات کو ثابت کرنے والے ہیں کہ پہلے دیوبندی علماء ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے جن امور کو شرک وبدعت کہتے تھے اب بدلتے زمانے کے ساتھ یہ لوگ بھی اپڈیٹ ہو کر ان امور کو بخوشی کرنے لگے ہیں۔ جس کے لیے راقم الحروف نے دیوبندیوں کے مفتی جناب شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب کی کتاب "دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں" کو بنیاد بنایا ہے۔ اس کتاب میں درج ذیل چھ عقائد پر بحث کی گئی ہے:

(1)....نور اور بشر........(2)....حاضر وناظر.......(3).....علم غیب......(4).....مشکل کشا، حاجت روا اور مختارِ کل......(5).....وسیلہ.......(6)....شفاعت۔

انہی چھ عقائد کو انہوں نے اہم اختلافی عقائد قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"دیوبندیت اور بریلویت کے اہم اختلافی عقائد پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے" (دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۲)

اور اسی کتاب میں "افتتاحیہ" کے تحت لکھتے ہیں:

"دیوبندی وبریلوی مکاتب فکر میں اگرچہ ایک طویل زمانہ سے اختلاف چلا آرہا ہے اور ان کے اختلافی مسائل پر طرفین سے ہزاروں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں چھوٹی بھی ہیں اور بڑی بھی، مناظرانہ طرز کی بھی ہیں اور تفہیمانہ

انداز کی بھی، تیز و تند لہجے میں بھی ہیں اور سنجیدہ و متین انداز کی بھی، نیز اس سلسلہ میں بے شمار مناظرے بھی ہو چکے ہیں اور ان مناظروں کے تلخ نتائج بھی زمانے نے دیکھے ہیں۔" (دیوبندیت و بریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۳)

لیکن اتنا سب کچھ ہونے کے بعد اب دیوبندی حضرات یہ لکھ رہے ہیں:

"عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے جس کی بنا پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے۔"

(مجلہ صفدر، گجرات، امام اہل سنت نمبر، ص ۵۱۷)

مطلب یہ کہ اب تک دیوبندی علماء نے ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے عقائد کے متعلق اپنی کتابوں اور تحریرات و خطبات میں جس قدر بھی اعتراضات و الزامات لگائے وہ سب بقول دیوبندی "تعبیر اور الفاظ کا اختلاف" تھا۔ اور بزورِ قلم اور بوجہ تعصب و عناد ان کی زیادتی تھی کہ ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) پر بے جا اعتراضات و الزامات عائد کرتے رہے اور عوام الناس کو فریب دے کر انہیں اہلِ حق سے برگشتہ کرتے رہے۔

# نور و بشر کا اختلاف

سب سے پہلے ہم یہ جانتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین ﷺ کے نور و بشر کے مسئلے میں دیوبندی کیا کہتے ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبندیوں کے مفتی شعیب اللہ مفتاحی صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی اور بریلوی نظریات جن امور میں ٹکراتے ہیں، ان میں سے ایک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور و بشر ہونے کا مسئلہ ہے۔ **بریلوی مکتب فکر کے لوگ آپ کو بشر ماننے سے انکار کرتے ہیں** اور نور قرار دیتے ہیں جبکہ دیوبندی مکتب فکر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بشر قرار دیتا ہے۔“

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۵)

اس تحریر میں مفتی صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ بریلوی حضرات حضور ﷺ کو صرف نور مانتے ہیں اور بشر ہونے کا انکار کرتے ہیں، جبکہ دیوبندی آپ ﷺ کو بشر مانتے ہیں۔ قارئین! خط کشیدہ جملہ دیکھیں، یہ دیوبندیوں کے مفتی صاحب نے بالکل سیاہ جھوٹ لکھا ہے۔ کیونکہ خود اسی کتاب میں انہوں نے ہی تین صفحہ کے بعد لکھا ہے:

”بریلوی مکتب فکر کے علماء بھی آپ کو بشر مانتے ہیں“

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۵)

اور دیوبندیوں کے ایک بڑے عالم جو حال ہی میں اس دنیا سے کوچ کر گئے، جسے دیوبندیوں کے عقیدے کی کتاب "تقویۃ الایمان" کی زبان میں کہیں تو "مر کر مٹی میں مل گئے ہیں"۔ وہ ہیں جناب خالد محمود مانچسٹری صاحب، یہ لکھتے ہیں:

"بریلوی اکابر ہر گز بشریت کے منکر نہیں تھے"

(عبقات، ص ۶۱)

علاوہ ازیں ان کے امام اہلِ سنت جناب سر فراز گکھڑوں صاحب لکھتے ہیں:

"بلاشبہ اکثر بریلوی صاحبان جملہ حضرات انبیاء کرام کو اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو جنس اور نوع کے لحاظ سے بشر آدمی اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں"(اتمام البرہان، حصہ سوئم، ص ۲)

نیز خالد غازیپوری ندوی صاحب نے اپنی کتاب میں حضور صدر الشریعہ، علامہ صدر الافاضل، علامہ ابو الحسنات، اعلیٰ حضرت اور مفتی احمد یار خان نعیمی علیہم الرحمہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ بریلوی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو بشر مانتے ہیں۔ دیکھیے کتاب "**مسلک بریلویت علمائے بریلی کی نظر میں**" صفحہ نمبر ۱۳ تا صفحہ نمبر ۲۰۔

بہرحال! یہ تو معلوم ہو گیا کہ دیوبندی حضرات جو ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) حضور ﷺ کو بشر نہیں مانتے یہ غلط اور جھوٹ ہے۔ لیکن دیوبندی آپ ﷺ کے نور ہونے کا شدت سے انکار کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے مفتی زرولی خان صاحب لکھتے ہیں:

"یاد رکھنا مبتدعین سے بنیادی اختلاف مسئلۂ نور و بشر میں ہے دیکھو اب سمجھو کہ جب نور سمجھا جائے گا تو نور ایک جگہ بند نہیں رہتا ہر جگہ جا سکتا ہے اور جب ہر

جگہ موجود ہے تو عقیدہ حاضر و ناظر نکل آیا اور جب حاضر و ناظر ہے تو جانتے بھی ہیں تو عقیدہ علم غیب نکل آیا اور جب سب جانتے ہیں تو پھر حاجت روا مشکل کشا بھی ہیں یاد رکھو ہر کفریہ عقیدہ کی جڑ حضرت کا نور سمجھنا ہے۔"

(احسن البرہان، اول، ص ۸۵)

مگر بدلتے وقت سے ساتھ حق بیانی سے کام لیتے ہوئے اب دیوبندی حضرات بھی حضور ﷺ کے نور ہونے کا اقرار کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

"اسی طرح دیوبندی علماء حضور اکرم ﷺ کو جس طرح بشر مانتے ہیں نور بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اپنے ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

"حضور ﷺ کا ایک وجود سب سے پہلے پیدا فرمایا اور وہ وجود نور کا ہے کہ حضور اپنے وجود نوری سے سب سے پہلے مخلوق ہوئے ہیں اور عالم ارواح میں اس نور کی تکمیل و تربیت ہوتی رہی، آخر زمانے میں اس امت کی خوش قسمتی سے اس نور نے جسد عنصری میں جلوہ گر و تاباں ہو کر تمام عالم کو منور فرمایا"

ملاحظہ کیجیے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے جو دیوبندی علماء میں خاص مقام رکھتے ہیں، کس صفائی کے ساتھ حضور اکرم علیہ السلام کو نور قرار دیا ہے۔ نیز ماضی قریب کے مشہور دیوبندی و تبلیغی عالم حضرت مولانا زکریا کاندھلوی شمائل ترمذی کی شرح میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضور اقدس ﷺ سراسر نور تھے، وہاں میل کچیل کہاں تھا، اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔"

معلوم ہوا کہ علماء دیوبند بھی آپ کو نور مانتے ہیں۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۱۰)

یہی بات اگر ان کی کتاب سے ہم ثابت کرتے، تو دیوبندی اس میں تاویلات فاسدہ کر کے بات بگاڑنے کی کوشش کرتے، مگر یہ تو انہی کے مفتی صاحب لکھ رہے ہیں۔ نیز انہی کے ایک اور مفتی، جناب حمید اللہ جان دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول کریم ﷺ حقیقت میں نور ہے اور خلقت میں صورتِ بشر میں پیدا ہوئے۔"(ارشادالمفتیین، اول، ص ۲۴۳)

سبحان اللہ!! لیجیے دیوبندیوں کے مفتی صاحب نے بھی اعتراف کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ حقیقت میں نور ہیں مگر صورت بشر میں اس دنیا میں تشریف لائے۔ اور دیوبندیوں کے محدث کبیر فقیہ العصر سے آپ ﷺ کے نور و بشر ہونے کے متعلق سوال ہوا، تو کیا جواب دیا گیا؟ سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

"**سوال:** حضور ﷺ نور ہیں یا بشر ہیں؟ تفصیلی جواب سے نوازیں۔

**الجواب:** رسول اللہ ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی، لقولہ تعالیٰ سبحان ربی هل كنت الا بشرا رسولا۔ الآیہ (الاسراء) قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى (کہف) قد جآءكم من الله نور و كتاب مبين (مائدہ) پس ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا ضروریات دین سے انکار اور کفر ہے۔"(فتاویٰ فریدیہ، اول، ص ۴۶۷)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نور ہونے پر نص قرآنی ہے، جیساکہ دیوبندیوں کے مفتی صاحب نے لکھاہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) رسولِ مختار، سید الانبیاء ﷺ کے بشر اور نور ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، بالکل اسی طرح دیوبندی حضرات بھی اب، آپ ﷺ کے بشر ہونے کے ساتھ ہی نور ہونے کا اقرار کرنے لگے ہیں۔

## حاضر وناظر کا اختلاف

دیوبندیوں کے مفتی جناب شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب میں دوسرے نمبر پہ "حاضر وناظر" کے عقیدے پر بحث کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ حاضر وناظر ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں بھی دیوبندی وبریلوی مکاتب فکر میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ دیوبندی حضرات حضور ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا شدت سے انکار کرتے ہیں اور بریلوی طبقہ کے لوگ آپ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا اصرار کرتے ہیں۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۱۳)

آپ نے پڑھ لیا کہ دیوبندی حضرات حضور نبی کریم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا انکار شدت کے ساتھ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ حاضر وناظر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جیساکہ دیوبندیوں کے مفتی نعیم صاحب لکھتے ہیں:

"حاضر وناظر صرف خدا کی ذات ہے۔"

(ادیانِ باطلہ اور صراط مستقیم، ص ۳۵۰)

اور دارالعلوم دیوبند کے مدرس جناب رفعت قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

"حاضر وناظر وہ ہے جو ہر جگہ، ہر وقت، ہر شئ (چیز) کے حق میں حاضر وناظر ہو، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔" (مسائل شرک وبدعت، ص ۳۴)

اس طرح دیگر دیوبندیوں نے بھی اپنے اپنے الفاظ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ان کے مفتی جناب شبیر احمد قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر وناظر ہے یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔"

(فتاویٰ قاسمیہ اول، ص ۳۸۹)

اور الیاس گھمن صاحب کہتے ہیں:

"خدا ایک ہے، خدا ہر جگہ پر ہے"

(خطبات متکلم الاسلام، دوم، ص ۶۰)

حالانکہ بقول دیوبندی علماء کے یہ عقیدہ گمراہ فرقے کا ہے اور موجبِ کفر بھی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے استاد جناب یوسف ناؤلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حافظ ابن الجوزی "تلبیس ابلیس" صفحہ ۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فرقۂ جہمیہ کی بارہ شاخوں میں سے ایک شاخ فرقہ ملتزقہ ہے جن کا عقیدہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے" (فائدہ) تعجب ہے کہ اس گمراہ فرقہ کا یہ اعتقاد اکثر عوام اہل سنت میں پھیل گیا اور یہ لوگ بھی کہنے لگے کہ "خدا ہر جگہ موجود ہے۔"

(جواہر الفرائد، ص ۲۰۵)

حالانکہ ''اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے'' یہ عقیدہ عوام میں یونہی نہیں پھیلا ہے بلکہ علماء دیوبند نے اپنی تحریر و تقریر کے ذریعے بالاہتمام پھیلایا ہے۔ کیونکہ یہی عقیدہ دیوبندیوں کا بھی ہے۔ جیساکہ اوپر راقم نے نقل بھی کر دیا ہے۔ نیز دیوبندیوں کے مفتی جناب سعید احمد قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر اس عقیدے سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، ہر جگہ حاضر ہے تو یہ موجب کفر ہے''

(موضوع احادیث سے بچیے، ص۱۸۳)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود سمجھنا، گمراہ فرقہ کا عقیدہ ہے، اور حاضر و ناظر سمجھنا کفر ہے۔ لیکن یہ دونوں عقیدے علماء دیوبند کے ہیں۔ اور اس طرح دیوبندی حضرات گمراہ ہونے کے ساتھ کفر کے گڑھے میں بھی خود کو دھکیل چکے ہیں۔
لیکن مقامِ حیرت و استعجاب یہ ہے کہ دیوبندی کسی بھی صورت میں رسول کریم ﷺ کو حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے۔ البتہ شیطان مردود کو حاضر و ناظر ضرور سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دو نہیں بلکہ پورے چھ سو سولہ علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

''حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے''(قہر آسمانی، ص۵۷)

اس کے علاوہ جس طرح ہم اہلسنت و جماعت (بریلوی) رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ دیوبندی علماء، اللہ کے رسول ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے مگر بزرگوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم آسانی کے لیے پہلے اصل مسئلۂ حاضر و ناظر پیش کرتے ہیں بعدہ دیوبندیوں کے عقائد اس ضمن میں نقل کریں گے۔ ان شاءاللہ عزوجل!

مجاہد اہلسنت حضرت علامہ ابو حامد رضوی صاحب قبلہ اپنی کتابِ لاجواب **حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی** میں تحریر فرماتے ہیں:

”حاضر وناظر کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضۂ مبارکہ میں تشریف فرماہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے جسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اگر آن واحد میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں تو ممکن ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بات ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہمارا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ حضور اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے، البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیک وقت ایک سے زائد مقامات پر جلوہ فرماہوسکتے ہیں۔“

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص ۱۳۵)

یہ ہے ہمارا حضور اکرم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ۔ دیوبندی حضرات یہ عقیدہ کسی بھی صورت میں اللہ کے رسول ﷺ کے لیے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، مگر دیگر اشخاص کے لیے بخوشی تسلیم وتشہیر کرتے ہیں۔ مثلاً دیوبندیوں کے امام ربانی جناب رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

”مرید کو یقین کے ساتھ یہ جاننا چاہیے کہ شیخ کی روح کسی خاص جگہ میں مقید ومحدود نہیں ہے۔ پس مرید جہاں بھی ہوگا خواہ قریب ہو یا بعید تو گو شیخ کے جسم سے دور ہے لیکن اس کی روحانیت سے دور نہیں“(امداد السلوک، ص ۶۷)

قارئین! کیا یہ وہی عقیدہ نہیں ہے جو ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) حضور اکرم ﷺ کے لیے مانتے ہیں؟ نیز یہ بھی دیکھیں کہ دیوبندی خان صاحب لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے اور تصور شیخ کا مسئلہ درپیش تھا فرمایا کہ کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ فرمایئے پھر فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا فرمایئے تو فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا ہے اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا پھر اور جوش ایا فرمایا کہہ دوں عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمایئے فرمایا (کہ اتنے) سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات اپ سے پوچھے بغیر نہیں کی" (ارواحِ ثلاثہ، حکایت نمبر ۳۰۶، ص ۲۲۹)

کیا یہ وہی حاضر وناظر کا عقیدہ نہیں ہے؟ اگر ہاں، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وقدرت کا انکار کرنے کے باوجود اس واقعہ کو کتاب میں لکھ کر اس کی تشہیر کرنے کا کیا مطلب؟ اور دیکھیں ان کے حکیم الامت جناب اشرفعلی تھانوی صاحب اپنے اعلیٰ حضرت کا فرمان لکھتے ہیں:

"میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا کہ آن واحد۔ میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا" (امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۹۸)

اس کے علاوہ اپنی کتاب جمال الاولیاء میں ایک بزرگ محمد الحضرمی مجذوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ ابدال میں سے تھے آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھایا ہے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوئے تھے۔۔" (جمال الاولیاء، ص ۲۰۲)

دیکھا آپ نے؟ دیوبندی حضرات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا انکار کرتے ہیں مگر بزرگوں کے متعلق وہی عقیدہ بلاتردد اظہار کرتے ہیں۔ نیز شیطان مردود کو بخوشی بلکہ بنص "حاضر وناظر" مانتے ہیں۔ اب اسے آپ کیا کہیں گے؟

# علم غیب کا اختلاف

تیسرے نمبر پہ دیوبندیوں کے مفتی جناب شعیب اللہ مفتاحی صاحب نے "علم غیب" کے عقیدے کو درج کر کے اس پر بحث کی ہے۔ اور ابتدا ہی میں غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عالم الغیب خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہے؟ دیوبندی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ اور بریلوی لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ نبی کریم ﷺ بھی عالم الغیب ہیں۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۱۹)

اول تو مفتی صاحب نے یہ غلط لکھا ہے کہ بریلوی حضرات حضور اقدس ﷺ کو بھی "عالم الغیب" خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ امام اہلسنت اعلیحضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ بتائے سے انہیں امور غیب پر اطلاع ہے۔" (الامن والعلیٰ، ص۲۰۳)

لہذا غور فرمائیں کہ جو جملہ ہمارے نزدیک "مکروہ" ہے، بھلا اسے عقیدہ کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

**قارئین کرام!** دیوبندیوں کے عقیدے کی کتاب جس کا نام ہے "تقویۃ الایمان" اس میں اسماعیل دہلوی صاحب نے لکھا ہے:

"غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں"

(تقویۃ الایمان، ص۳۵)

اس سے قبل لکھا ہے:

”کسی انبیاء و اولیاء یا امام و شہیدوں کی جناب میں ہر گز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر ﷺ کی بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے“(تقویۃ الایمان، ص ۳۴)

اور اب دیوبندیوں کے مولوی ارسلان بن اختر صاحب کی بھی تحریر دیکھ لیں، یہ صاحب لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے بارے میں دیوبندیوں اور بریلویوں کا اختلاف ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ

(۱) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم لامحدود ہے۔

(۲) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔

(۳) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جس کو جو علم ہے، اللہ کا عطا کردہ ہے۔

(۴) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا۔

(۵) دونوں فرقے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ کو جتنا بھی علم غیب تھا اللہ کا عطا کردہ تھا۔

(۶) اختلاف صرف اس میں رہ جاتا ہے کہ رسول اللہ کو کتنا علم تھا۔ دیوبندی کہتے ہیں کہ اتنا تھا جتنا اللہ نے دیا یعنی وہ تعین نہیں کرتے اور بریلوی تعین کرتے ہیں۔“(دلچسپ انوکھے واقعات، ص ۱۵۴)

معلوم ہوا کہ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کے معاملے میں بھی دیوبندی علماء، حالات کے پیشِ نظر اپنے اندر تبدیلی لاکر ثابت کر دیا کہ ہم دیوبندی، بریلوی حضرات کے عقیدے کو تسلیم کرتے ہیں، اور اب اس مسئلہ میں اختلاف فقط اتنا کرتے ہیں کہ ہم تعین نہیں کرتے ہیں اور بریلوی تعین کرتے ہیں۔

**محترم قارئین!** اس پر بحث کی جائے تو بات بہت آگے نکل جائے گی اور کتاب کی ضخامت بہت زیادہ ہو جائے گی، اس لیے ہم نے صرف دیوبندی علماء کی کتابوں ہی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دیوبندی دھیرے دھیرے اپڈیٹ ہو کر ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے کتنے قریب آچکے ہیں۔

## مشکل کشا و حاجت روا اور مختار کل کا اختلاف

دیوبندیوں کے مفتی شعیب اللہ مفتاحی صاحب چوتھے نمبر پہ "مشکل کشا و حاجت روا اور مختار کل" درج کر کے بحث کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"دیوبندی حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا و مشکل کشا نہیں اور نہ کوئی مختار کل ہے۔ اور بریلوی لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور حضرات اولیاء اللہ بھی مشکل کشا ہیں اور حاجت روائی کرنے کی طاقت و قوت رکھتے ہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم علیہ السلام کو اور آپ کے واسطے سے اولیاء اللہ کو کائنات میں تصرف کا پورا اختیار دے دیا ہے۔"

(دیوبندیت و بریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۳۳)

مفتی صاحب نے یہاں بھی جھوٹ بول کر نکلنے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ہماری طرح صاف لفظوں میں نہیں کہتے مگر اپنے مولویوں کو مشکل کشا بھی کہتے ہیں اور حاجت روا بھی۔ لیجیے حوالے ملاحظہ کیجیے۔ دیوبندیوں کے شیخ الہند جناب محمود حسن صاحب اپنے پیر جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب<br>گیا وہ قبلۂ حاجاتِ روحانی و جسمانی"

(مرثیہ گنگوہی)

اس شعر میں رشید احمد گنگوہی صاحب کو دیوبندیوں کے بڑے مولوی صاحب جناب محمود حسن جن کو یہ لوگ "شیخ الہند" کہتے ہیں۔ انہوں نے حاجت رواو مشکل کشا کہا ہے۔ اور دنیا کے ساتھ دین کی بھی حاجت روائی کرنے والا قرار دیا ہے۔ نیز مناظر احسن گیلانی صاحب دیوبندی بھی اکابرین دیوبند میں سے ہیں، یہ صاحب لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے۔"

(سوانح قاسمی، اول ص ۳۳۲)

اور پھر یہ کہہ کر مفتی شعیب اللہ مفتاحی صاحب کی تردید کر دی کہ:

"بس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔"

(سوانح قاسمی، اول، ص ۳۳۲)

اب دیکھیے بزرگوں سے یہ حضرات مدد کیسے مانگتے ہیں اور ان کی حاجت روائی و مشکل کشائی سے کیسے استفادہ کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"میرے حضرت کا ایک جلاہا مرید تھا، بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔"

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص۱۲۳)

یہ تو ثابت ہو گیا کہ دیوبندی حضرات حضور ﷺ اور اولیاء اللہ کو مشکل کشا و حاجت روا اگرچہ تسلیم نہیں کرتے مگر اپنے پیر اور مولویوں کو حاجت روا بھی مانتے ہیں اور مشکل کشا بھی کھلے بندوں مانتے ہیں۔ عبد الحمید سواتی دیوبندی صاحب کے ترجمہ و مقدمہ سے شائع شدہ کتاب "فیوضات حسینی" میں اپنے پیر کو ایک ہی صفحہ پر دو، دو جگہوں پر لکھا ہے:

"مشکل کشا" اور "پیر دستگیر"

(فیوضات حسینی، ص۶۸)

مطلب حاجت روا اور مشکل کشا بھی تسلیم کر رہے ہیں۔ مگر ہم اہلسنت و جماعت (بریلوی) اور دیوبندی میں فرق اتنا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ اور اولیاء اللہ کو حاجت روا و مشکل کشا مانتے ہیں۔ لیکن دیوبندی صرف اپنے پیروں کو مانتے ہیں۔
اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم اہلسنت و جماعت (بریلوی) کی طرح دیوبندی حضرات بھی حضور ﷺ کو "مختار کل" مانتے ہیں یا نہیں۔ اس کے لیے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے لیے بھی دیوبندیوں کے شیخ الہند جناب محمود حسن صاحب کی تحریر ہدیۂ قارئین کرتا ہوں، وہ لکھتے ہیں:

"اللہ جل شانہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے مالک ہیں، خواہ وہ جمادات ہوں، یا حیوانات، انسان ہوں، یا غیر انسان سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مملوک ہیں۔" (ادلۂ کاملہ، ص۱۵۱)

اور اس کے چند سطر قبل لکھ چکے ہیں کہ:

"آپ اصل ہی سے اللہ تعالیٰ کے بعد سب چیزوں کے مالک ہیں"

(ادلۂ کاملہ، ص۱۵۱)

نیز سورۃ النساء آیت نمبر ۶۵ اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد انور شاہ کشمیری جو دیوبندیوں کے نامور اکابر میں سے تھے (جس کے مترجم ادریس میرٹھی دیوبندی ہیں) وہ لکھتے ہیں:

"اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے امت کے تمام احکام و معاملات میں **کلی طور پر مختار** بنا دیا ہے، اور اسی اختیار کے تحت حضور ﷺ نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تو تمام امور کے مالک و مختار ہیں ہی اسی لیے اس نے اپنے نبی کو امت کے احکام و معاملات میں مختار بنا دیا ہے۔" (اکفار الملحدین، ص۱۶۱، مکتبہ عمر فاروق کراچی)

محترم قارئین کرام! کیا یہ حضور ﷺ کو مختارِ کل قرار دینا نہیں ہے؟ کیا مالک کو ہر طرح کا اختیار نہیں ہوتا ہے؟ اور اب ذرا یہ بھی دیکھیں کہ راؤ عبد الرحمن خان دیوبندی نے قاسم نانوتوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں نے اپنی آنکھوں سے تمہیں **دونوں جہان کے بادشاہ** رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔"

(ارواحِ ثلاثہ، حکایت نمبر ۲۵۳، ص ۲۰۲)

اب بتائیں کہ کیا بادشاہ کلی طور سے مالک و مختار نہیں ہوتا ہے؟ بیشک ہوتا ہے۔ تو پھر ثابت ہوا کہ جس طرح ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) حضور سرورِ کونین ﷺ کے مختارِ کل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں بالکل اسی طرح دیوبندی لوگ بھی رکھتے ہیں۔

# وسیلہ کا اختلاف

**محترم قارئین**! پانچویں نمبر پہ دیوبندیوں کے مفتی جناب شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب "وسیلہ" کو زیرِ بحث لا کر لکھتے ہیں:

"حضرات انبیاء واولیاء، صلحاء وشہداء کا وسیلہ لینا شریعت میں کیا درجہ ومقام رکھتا ہے؟ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وسیلہ کی مختلف صورتیں ہیں اور ان میں سے ہر صورت کا حکم الگ ہے، نیز یہ بھی صاف ہو جانا ضروری ہے کہ وسیلہ کی کونسی صورت میں اختلاف ہے۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۴۵)

اس کے بعد ہر صورت کو یکے بعد دیگرے لکھ کر ان میں اختلاف ہے یا نہیں اس کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وسیلہ کی ایک صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات پیش کرتے ہوئے دعا میں بزرگان دین ومقبولان الٰہی کا واسطہ دیا جائے اور یوں کہے کہ اے اللہ! ان مقبول بندوں کے طفیل وصدقہ میری یہ حاجت وہ مراد پوری فرمادے۔ یہ صورت دیوبندی حضرات وبریلوی حضرات دونوں کے نزدیک جائز ہے۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۴۵)

وسیلہ کی یہ پہلی صورت جب دونوں کے نزدیک جائز ہی ہے، تو پھر اس کے متعلق مجھے کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ اب وسیلہ کی دوسری صورت بیان کرتے ہوئے یہی مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"دوسری صورت وسیلہ کی یہ ہے کہ خود بزرگان دین مقبولان بارگاہ الٰہی سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہماری مرادیں وحاجتیں پوری کرنے کے لیے دعا کریں، بشرطیکہ وہ زندہ ہوں۔ اس صورت میں بھی اختلاف نہیں ہے، سب کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور زمانۂ رسالت سے آج تک برابر لوگ حضرات علماء صلحاء بزرگان دین سے اسی طرح دعا کی درخواست کرتے آئے ہیں۔" (دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۴۶،۴۷)

اس پر بھی کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تیسری صورت بھی ملاحظہ فرمائیں، مفتاحی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"وسیلہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ بعد وصال بزرگان دین اولیاء کرام سے، ان کی قبروں پر جاکر دعا کی جائے وہ ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مرادیں پوری کردے۔ اس صورت کو علمائے دیوبند ناپسند کرتے ہیں۔ اور ناپسند کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے وصال کے بعد قبروں میں ان کا سننا اختلافی مسئلہ ہے۔" (دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۴۷)

مفتی صاحب تو وسیلہ کی اس صورت سے علماء دیوبند کی ناپسندیدگی لکھ رہے ہیں مگر دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات جناب قاسم نانوتوی صاحب اس صورت کو پسند بھی کرتے تھے اور اسی صورت پر ان کا عمل بھی تھا، کہ جب وہ کسی مزار پر جاتے، تو بآواز صاحب مزار سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ جیسا کہ مناظر احسن گیلانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر اکیلے کسی مزار پر جاتے، اور دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہوتا، تو آواز سے عرض کرتے کہ آپ میرے واسطے دعا کریں۔" (سوانح قاسمی، دوم، ص۴۰)

حالانکہ دیوبندیوں کے یہ مفتی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”نیز سلف صالحین سے بھی کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ بعد وصال بزرگوں سے ان کی مزاروں پر جاکر دعا کے لیے کہتے تھے۔“

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۴۸)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مفتی صاحب کو اپنے ”دینِ دیوبندیت“ کے بانی، جناب قاسم نانوتوی صاحب کے متعلق صحیح معلومات نہیں ہے، اور اگر ہے تو قصداً جھوٹ لکھ کر چھاپ رہے ہیں۔ کیونکہ آپ ملاحظہ کرچکے کہ وہ مزار پر جاکر صاحبِ مزار سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔

نیز دیوبندیوں کے مفتی صاحب وسیلہ کی چوتھی صورت اس طرح بیان کرتے ہیں:

”وسیلہ کی چوتھی صورت وہ ہے جو آج عوام الناس میں معروف و مروج ہے۔ اور بریلوی حضرات بھی اس کی تائید و توثیق فرماتے ہیں، اور عوام کو اس صورت پر کاربند ہونے اور رہنے کی تاکید بھی فرماتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ خود اولیاء اللہ و بزرگان دین سے اس خیال سے اپنی مرادیں مانگے کہ ہم اللہ تعالی کے دربار تک بلاواسطہ رسائی نہیں پاسکتے۔ جیسے دنیوی بادشاہوں تک بغیر واسطہ ووسیلہ رسائی نہیں ہوسکتی لہذا خدا کے بجائے انہی اولیاء کرام سے مانگا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اللہ نے اپنی قدرت کا ایک حصہ ان کو دے دیا ہے۔ لہذا وہ اس قدرت سے ہماری مرادیں پوری کردیں گے۔

اس صورت وسیلہ کو علماء دیوبند صحیح نہیں مانتے اور فرماتے ہیں کہ اس میں دو غلطیاں ہیں۔“ (دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص۵۰)

پھر ان دو غلطیوں کو درج کر کے لکھتے ہیں:

"غرض یہ صورت وسیلہ اصول اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے علماء دیوبند اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۵۰)

وسیلہ کی چوتھی صورت میں ہمارے علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) پر جو تہمت مفتی صاحب نے باندھی ہے، اس پر کوئی دلیل ہمارے علماء کی کتابوں سے انہوں نے پیش نہیں کی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے خود سے گڑھ کر علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) سے منسوب کر دیا۔
**محترم قارئین!** اوپر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"میرے حضرت کا ایک جلاہا مرید تھا، بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے۔"

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۱۲۳)

اب سوال یہ ہے کہ دیوبندیوں کے "حضرت کے مرید" بجائے اللہ سے مانگنے کے مزار پر جا کر کس خیال سے دستگیری کی فریاد کر رہے ہیں؟ اور روزانہ وظیفہ قبر سے کیسے ملا کرتا ہے؟ نیز اس واقعہ کو کتاب میں لکھ کر دنیا والوں کو خود دیوبندی حضرات کیا پیغام دے رہے ہیں؟ نیز اسی کتاب میں

دیوبندیوں کے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے متعلق جناب اشرفعلی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

”ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اور تم سے کسی فقیر کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔“

(امداد المشتاق الی اشرف الاخلاق، ص ۱۲۷)

کعبہ کے حطیم میں بجائے اللہ رب العزت سے فریاد کرنے کے تین سو ساٹھ اولیاء اللہ سے مشکل کشائی کی فریاد کر کے دیوبندیوں کے اعلیٰ حضرت نے کیا پیغام دیا؟ اور اسے کتاب میں چھاپ کر دیوبندی علماء نے کس کی تشہیر کی؟ قارئین خود فیصلہ فرمالیں۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہوا کہ اولیاء کرام سے ان کی حیات یا بعد وفات وسیلہ کی تین قسموں میں خود دیوبندیوں کے مفتی صاحب نے دیوبندیت و بریلویت کو ہم خیال بتایا۔ اور جس چوتھی قسم کے وسیلہ سے بریلویت سے دیوبندیت کا اختلاف اور اسے ناجائز بتا کر نکلنے کی کوشش کی اس پر دیوبندیت پہلے ہی سے عامل ہے۔ اور وسیلہ کی جملہ صورتوں پر علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی طرح علماء دیوبند بھی نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان پر ان کا عمل بھی ہے۔ جیسا کہ راقم الحروف نے ثابت کر دیا ہے۔

## شفاعت کا اختلاف

دیوبندیوں کے مفتی جناب شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب چھٹے نمبر پر ”شفاعت“ کے عقیدہ پر بحث کی ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ، اولیاء اللہ، صالحین و شہدائے کرام کا شفاعت کرنا ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہر زمانے میں اہل سنت والجماعت کا اتفاق رہا ہے۔ صرف ایک گمراہ فرقہ معتزلہ گزرا ہے، جس نے شفاعت سے انکار کیا ہے، مگر وہ بھی رفع درجات کے لیے شفاعت کے قائل ہیں۔

دیوبندی علماء اور بریلوی علماء دونوں اپنی اپنی کتابوں میں بڑے اہتمام سے اہل سنت کا یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء صلحا و شہدا، علماء وہ حفاظ کرام، اپنے اپنے درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے گنہگاروں اور عام مسلمانوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کی روشنی میں، ص۵۳)

نیز "<u>نقطۂ اختلاف کی وضاحت</u>" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"البتہ اختلاف جو کچھ ہے وہ شفاعت کی صورت میں ہے، ایک شفاعت وجاہت ہوتی ہے کہ کوئی نبی یا ولی محض اپنی وجاہت و مرتبہ سے اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی شفاعت کرے، جیسے دنیاوی بادشاہوں کے دربار میں وزیر و مشیر لوگ اپنے مرتبہ کی وجہ سے کسی کے حق میں سفارش کرتے ہیں اور بادشاہ کو اس خیال سے ان کی سفارش قبول کرنی پڑتی ہے کہ کہیں یہ لوگ باغی نہ ہو جائیں۔

دوسری شفاعت محبت کہ محبوب کسی کی سفارش کرے اور محب کو محض محبت کی وجہ سے اور اس خیال سے کہ محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اس کی سفارش قبول کرنا پڑتا ہے۔

تیسری شفاعت بالاذن یعنی اجازت پاکر سفارش کرنا۔

بریلوی علماء تینوں قسموں کی شفاعت کے قائل ہیں۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۵۴)

بریلوی علماء ان تینوں شفاعت کے قائل ہیں تو چاہیے تو یہ تھا کہ مفتی صاحب نے "شفاعت وجاہت" اور "شفاعت محبت" کی یہ تعریف جو لکھی ہے اس پر دلیل دیتے کہ ان دونوں شفاعت میں "اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کی شفاعت کرنا" یا "اس خیال سے کہ محبوب مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اس کی سفارش اللہ کو قبول کرنا پڑتا ہے۔" کے الفاظ لائے گئے ہیں، وہ کہاں سے اور علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی کس کتاب سے نقل کیے ہیں؟ لیکن سچ تو یہ ہے کہ اگر علماء اہلسنت کی کسی کتاب میں ایسا لکھا ہوتا تو ضرور حوالہ دیتے، مگر ان کو تو محض علماء دیوبند کی وکالت کرنی تھی، اور اپنے "دینِ دیوبندیت" کو پاکیزہ بنا کر پیش کرنا تھا۔ جس کے لیے انہوں نے غلط بیانی سے بھی گریز نہیں کیا۔ نیز آگے لکھتے ہیں:

"لہذا انبیاء و اولیاء جو شفاعت کریں گے وہ نہ شفاعت وجاہت ہوگی اور نہ شفاعت محبت؛ بلکہ وہ تیسری شفاعت ہوگی جو اللہ کی اجازت و مرضی سے ہوگی۔ یہ ہے علماء دیوبند کا نظریہ ونقطہ خیال۔"

(دیوبندیت وبریلویت دلائل کے آئینہ میں، ص ۵۵)

اوپر اسی مفتی صاحب کی تحریر نقل کر دی گئی ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ بریلوی علماء شفاعت کے عقیدے کو اپنی کتابوں پیش کرتے ہیں۔ اور اگر ان کے یہاں "اخروی نجات" کی بات کریں تو ان کے حکیم الامت جناب اشرفعلی تھانوی صاحب کے پاؤں دھو کر پینے سے حاصل ہوتی ہے۔ جیساکہ عاشق الہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے"

(تذکرۃ الرشید، اول، ص ۱۱۳)

## ایک ضروری وضاحت

یہاں ایک بات عرض کر دوں کہ یہ عبارات و حوالہ جات جو آپ نے عقائد کے تعلق سے ملاحظہ فرمائے ہیں۔ وہ دیوبندی علماء کی بد فہمی یا غلطی کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ دیوبندیت اپنی اصلیت سے نکل کر اہلسنت و جماعت (بریلوی) کے عقائد کو اپنا رہے ہیں، کیونکہ ان کے یہاں یہ بھی تنبیہ کی جاچکی ہے کہ:

> "انہیں (یعنی علماء دیوبند کو) چاہیے کہ اپنے وعظ و خطاب میں مثبت پہلو اختیار کریں اور اہل سنت و جماعت کے اتفاقی مسائل خصوصاً عقائد کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کریں تاکہ فرق باطلہ، شیعہ، غیر مقلد، جماعتی گروہ وغیرہ کے غلط نظریات کی تائید نہ ہو سکے، مناسب موقع پر فرق باطلہ کی تردید ہم پر لازم ہے کیونکہ یہ دین کی حفاظت کا ایک جز ہے" (الکلمۃ الہادی، (تقریظ) ص ۳۱)

یعنی کسی بھی صورت عقائد میں فرق باطلہ کے نظریات کی تائید نہ ہو سکے، اس کی ان کو تنبیہ کی جاچکی ہے۔ لہذا جو کچھ آپ نے اس باب میں ملاحظہ فرمایا ہے وہ بر بنائے غلطی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہیں۔ جس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دیوبندیوں کے ہم مخرج یعنی غیر مقلد وہابی فرقہ ان کو بریلویوں والے عقائد کا حامل قرار دیتے ہیں، جیساکہ جناب الیاس گھمن صاحب دیوبندی اپنی کتاب میں ایک غیر مقلد وہابی کی کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دیوبندی حضرات علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل، نور و بشر، غیر اللہ کو پکارنا، نظریہ حلول، صفات باری تعالی، وسیلہ وغیرہ کے عقائد میں بریلویوں والا عقیدہ رکھتے ہیں، اور اسی وجہ سے دیوبندی بھی بدعقیدہ، مشرک اور بدعتی ہیں۔“

(المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ، ص ۲۲)

غیر مقلد کی بات اس باب میں کتنی درست ہے اس کا قارئین کو بھی اندازہ ہو ہی چکا ہو گا۔ لہذا نئی نسل کے جو دیوبندی حضرات علماء اہلسنت وجماعت (بریلو) کے خلاف طعن و تشنیع کا بازار گرم کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ حالات و حقائق کو پہلے سمجھیں، پھر زبان طعن دراز کریں۔

## باب دوم

# معمولات اہلسنت

## کی تائید میں علماء دیوبند کے حوالے

اس باب میں قارئین عقائد اہلسنت کے بجائے ان معمولات اہلسنت کی تائید میں علماء دیوبند کی کتابوں کے حوالے ملاحظہ کرنے والے ہیں، جن کے خلاف علماء دیوبند نے ڈھیروں کتابیں لکھ کر ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کو مطعون کیا۔ اور عوام الناس کے دل و دماغ میں مسلکِ حق مسلک اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے خلاف زہر گھولنے کا کام کرتے رہے ہیں۔

## مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے

حالانکہ ایک دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز وناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارہ میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو

نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی وبریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جبکہ دیوبند کا مدرسہ قائم بھی نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جا سکتا۔" (فیصلہ کن مناظرہ، ص۵)

معلوم ہوا کہ ...... میلاد و قیام...... عرس و قوالی...... فاتحہ.... تیجہ..... دسواں..... بیسواں..... چالیسواں..... برسی... وغیرہ رسوم، جن کو بدعت بتا کر ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) کو بدعتی کہتے ہیں اور عوام الناس کو ورغلاتے ہیں، وہ ہمارے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے پہلے سے ہیں۔ اور دیوبند کے مدرسہ قائم ہونے کے بھی پہلے سے ہیں۔

## لعنۃ اللہ علی الکاذبین

لیکن اپنے اکابر سے ملی وراثت فنِ "مکر و فریب کا استعمال کرتے ہوئے محمود کیرانوی ندوی" **خان صاحب کی ایجاد کردہ بدعات**" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

۱۔ خطبہ کی اذان مسجد سے باہر

۲۔ مسئلہ انگوٹھا چومنے کا

۳۔ حی علی الصلاۃ پر کھڑا ہونا

۴۔ بعد نماز صلاۃ و سلام

۵۔ مسئلہ قبر پر اذان دینے کا

۶۔ بعد نماز مصافحہ

۷۔ میلاد شریف
۸۔ سجدہ تعظیمی۔ (بریلویت کی خانہ تلاشی، ص ۲۴۰)

ان آٹھ امور کو اس دیوبندی محمود کیرانوی ندوی نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ایجاد کردہ بدعت قرار دیاہے۔ جبکہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ یہ سب ان کی پیدائش کے بھی پہلے سے ہیں۔ مگر بغض و عناد میں یہ دیوبندی ایسا اندھاہو گیاہے کہ فہم و فراست کی صلاحیت سے ہی گویا محروم ہو چکاہے۔

## دیوبندی بریلوی اختلاف

نیز "**فیصلہ کن مناظرہ**" میں دیوبندی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل سنت سے خارج کہا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب اور ان کی خاص ذریت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علمائے دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا تفسیق نہیں کرتا بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علمائے حق کے درمیان ہونے چاہئیں۔"

(فیصلہ کن مناظرہ، ص ۶)

یعنی جن مسائل کو دیوبندی علماء بدعت قرار دیتے ہیں، ان مسائل میں علماء اہلسنت کے علاوہ بھی بقول دیوبندی، دیگر علماء اور علمی حلقے بھی علماء دیوبند کی تحقیق کے خلاف ہیں۔ جن کے علماء دیوبند سے عقیدت و احترام کے تعلقات قائم ہیں۔ اور پھر یہی دیوبندی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"الغرض ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف سمجھنا صحیح نہیں ہے"

(فیصلہ کن مناظرہ، ص٦)

پھر بھی علماء دیوبند ان مسائل کو بنیاد بنا کر ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) پر الزامات و بہتان لگاتے رہتے ہیں۔ اور کمالِ بے غیرتی کا اظہار کرتے ہوئے ہم سنیوں کو بدعتی کہتے اور لکھتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی حضرات خود اپنے اصول سے بدعتی ہیں۔ اور ان کی بدعات کو اور ان کے بدعتی ہونے کو راقم الحروف نے اپنے رسالہ بنام "**۲۴نمبروں کی ۲۴بدعات**" میں آج سے تین سال قبل ۲۰۲۱ء میں ان کی کتابوں میں درج ان کے اپنے ہی اصول سے ثابت کیا ہے۔ اہلِ ذوق حضرات اس رسالہ کو بھی لازمی مطالعہ فرمائیں۔ یہ رسالہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

## اشرفعلی تھانوی کی تاکید

دیوبندی علماء وعوام کی ایک عادتِ بد پر تنبیہ کرتے ہوئے ان کے حکیم الامت جناب اشرفعلی تھانوی صاحب کہتے ہیں:

"بدعتی کہہ دینا سخت بات ہے، عام عادت ہوگئی ہے جو کہ اپنی وضع کے خلاف ہوا اس کو بدعتی سمجھ لیا ایسا ہرگز نہ چاہیے"

(ملفوظات حکیم الامت، جلد۹، ص۲۱٦)

حالانکہ جن امور کو یہ لوگ بدعت قرار دیتے ہیں وہ اولاً تو بدعت ہی نہیں اور بعض ہیں بھی تو وہ "بدعت حسنہ" ہیں۔ اور دیوبندیوں کے امام ربانی، جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کے مطابق "بدعت حسنہ" دراصل سنت ہی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے"

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۴۶)

باوجود اس کے اگر علماء دیوبند زبردستی معمولات اہلسنت کو بدعت بتا کر ہم سنیوں کو بدعتی قرار دینے کا شوق ہے، تو ان سے عرض ہے کہ ہم سنیوں کو بدعتی بعد میں بنانا۔

## پہلے آپ اپنے گھر کی خبر لو

کیونکہ جن امور کو آپ لوگ بدعت قرار دیتے ہیں، ان پر تو آپ لوگ ہی عمل کرتے ہیں، جیساکہ آپ کے مفتی سعید خان دیوبندی رقمطراز ہیں:

> "جن بدعات کے ردّ پر ہمارے اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھوک کر جہاد کیا اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہے۔ مثلاً اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے با قاعدہ دن منائے جاتے ہیں، اور اس بات کی ترغیب وسعی نامبارک بھی کی جاتی ہے۔ محرم ۱۴۳۲ھ پہلا سال ہے کہ اپنے آپ کو سنی اور دیوبندی کہنے والے علماء کرام نے اسلام آباد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر ایک با قاعدہ جلوس نکالا ہے۔ شیعہ حضرات دس محرم مناتے ہیں اور انہوں نے یکم محرم منایا ہے۔
>
> تیجہ اور چالیسواں جو ہمیشہ بدعت قرار دیئے جاتے رہے اب دیوبندی اور اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے علماء ان رسومات میں شریک ہونے لگے ہیں۔ بڑے

بڑے علماء و مشائخ کے سوئم ہوتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ جائز ہے تو اکابر آخر کس بات پر ان اعمال کو بدعت قرار دے کر طعن تشنیع کا نشانہ بنتے رہے؟"

(دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے۔ صفحہ ۱۴)

## مدرسہ و خانقاہ میں حرام کاری

اس انکشاف کے بعد اپنے مدارس و خانقاہوں میں ہو رہی حرام کاری کو بھی طشت از بام کرتے ہوئے سعید خان دیوبندی لکھتا ہے:

"یہ بدعتیں پچھلے دور میں ان کے یہاں ہوا کرتی تھیں جنہیں اہل السنۃ والجماعۃ دیوبندی علماء کرام بدعتی کہتے تھے۔ اور اب ہمارے اپنے علماء و مشائخ کے انتقال کے بعد یہی حرام کام اور بدعتیں خود دیوبندی مدارس اور خانقاہوں میں ہو رہی ہیں، ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟" (دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے صفحہ ۱۶)

بہر حال! انہی باتوں کے پیش نظر راقم الحروف نے سوچا کہ ان معمولات پر دیوبندی علماء کی کتابوں سے اقتباسات و حوالہ جات کو یکجا کر کے قارئین کی عدالت میں پیش کر دیا جائے، تاکہ حق کی پہچان کرنے میں آپ کو کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

## بزرگوں کی نذر و نیاز اور فاتحہ

بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نذر و نیاز یا فاتحہ کی بات جب آتی ہے تو دیوبندی علماء و عوام یا تبلیغی جماعت میں چند دن گزار کر آئے ہوئے لوگوں کی زبان سے "شرک شرک، بدعت بدعت" کی عجیب آوازیں نکلنے لگتی ہیں۔ جو ان کی حماقت و جہالت کی دلیل ہے۔ کیونکہ دیوبندیوں کے مفتی جناب عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"مظاہر حق جلد دوم باب النذور میں ہے: فاتحہ بزرگانِ دین اور نذر و نیاز ان کی درست اور جائز ہے اور کھانا اس کا روا ہے۔"

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۵، ص ۴۲۴)

مگر بعض جاہل قسم کے دیوبندی خواہ عوام ہوں یا علماء وہ ایسے کھانے کو جس پر فاتحہ پڑھیں گئی ہو کھانے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ فاتحہ میں قرآن مجید کی آیات ہی پڑھیں جاتی ہیں۔ اور دینِ دیوبندیت کے حکیم الاسلام جناب قاری طیب قاسمی صاحب کے متعلق محمد اسحق ملتانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"بزرگوں کے نام پر نذر و نیاز کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ غرض نذر و نیاز کے معنی اگر مالی عبادت کے ہیں کہ کھانا پکا کر غریبوں کو کھلاؤ اور اس کا

ثواب پہنچاؤ یہ جائز ہے اگر کپڑا دینا ہو تو ثواب کی نیت کر دو یہ بھی جائز ہے تلاوت قرآن کریم کر کے ثواب پہنچاؤ یہ بھی جائز ہے غرض بدنی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔"(جواہر حکمت، ص۱۱۹)

یہ محض فتویٰ ہی نہیں لکھا گیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسی پر دیوبندی بزرگوں کا عمل بھی رہا ہے جیسا کہ نذیر رانجھا صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

"پھر اپنے پیران عظام خصوصاً حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لیے حلوا تیار کروا کر فقیراء میں تقسیم فرماتے اور اپنے والد ماجد کی نیاز بھی دیتے۔"(مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، ص۳۹)

واضح ہو گیا کہ دیوبندی حضرات بھی بزرگوں کی نذر و نیاز کرتے ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ ہم جو کرتے ہیں وہی کہتے بھی ہیں۔ جبکہ دیوبندی کہتے کچھ اور ہیں، اور کرتے ہیں کچھ اور۔

## مزار پہ جاکر فاتحہ پڑھنا

کسی بھی بزرگ کے مزار شریف پر حاضری دیں یا صرف حاضری کی بات کریں، تو دیوبندی حضرات عجیب طور سے گھورتے ہیں۔ گویا کوئی جرم کا ارتکاب کر رہے ہوں۔ ایسے لوگ سطحی قسم کے دیوبندی ہوتے ہیں جنہیں اپنے اکابر کی حقیقت کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ یا متشدد قسم کے وہابی ہوتے ہیں جو مسائل و حالات کا علم ہوتے ہوئے بھی اسے برا جانتے ہیں۔ اشرفعلی تھانوی صاحب جن کو دیوبندی حضرات حکیم الامت، مجدد ملت اور جانے کیا کیا کہتے ہیں، ان کے ملفوظات میں ہے:

"قیامِ جھنجھانہ میں بغرض فاتحہ حضرت میاں جی صاحب کے مزار شریف پر تشریف لے گئے۔ بیشتر حضرت امام صاحب سید شاہ محمود صاحب کے مزار

شریف پر حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ پہلے امام صاحب کے یہاں حاضر ہوتا ہوں پھر حضرت میاں جی نور محمد صاحب کے مزار شریف پر اطمینان سے بیٹھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھتا ہوں۔ کیونکہ اگر حضرت میاں جی صاحب ہوتے تو وہ بھی حضرت امام صاحب کا ادب فرماتے۔"

(ملفوظات حکیم الامت، جلد ۱۷، ص ۲۳۳)

## سفر کر کے مزارات پر حاضری

آپ نے اگر غور کیا ہوگا تو دیکھا ہوگا کہ اجمیر شریف یا دیگر مزارات اولیاء اللہ پر سفر کرنے والوں کو دیکھ کر دیوبندی علماء و عوام عجیب طرح سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں، ایسے لوگ یا تو جاہل ہوتے ہیں یا ہٹ دھرم، کیونکہ اگرچہ یہ لوگ نہیں جاتے، مگر ان کے اکابر علماء مزارات اولیاء اللہ پر سفر کر کے جاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے حکیم الاسلام جناب طیب صاحب کہتے ہیں:

"ہمارے بزرگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ مستقلاً اگر زیارت قبور کے لیے سفر کیا جائے تو جائز ہے۔"(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۱۰، ص ۱۸۴)

اس لیے دیوبندی علماء خود بھی مزارات اولیاء اللہ پر حاضری دیتے رہتے ہیں، جیسا کہ خود دیوبندیوں کے یہی حکیم الاسلام صاحب کہتے ہیں:

"حضرت مولانا حسین احمد مدنی جس قدر بھی ہندوستان میں سلسلے کے اکابر ہیں سفر کر کے ان کے مزارات پر حاضر ہوئے، حضرت شاہ محب اللہ صاحب الہ آبادی کا مزار الہ آباد میں ہے۔ تو وہاں گئے۔ اس طرح کلیر شریف گئے اور اجمیر

شریف الگ گئے۔ اس طرح خود میں نے بھی ان تمام مزارات کی حاضری بھی دی اور جب موقع ہوتا ہے حاضر ہوتا ہوں۔"

(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۱۰، ص ۱۸۳)

معلوم ہوا کہ اگر کوئی مستقل طور پر مزارات اولیاء اللہ ہی کی زیارت کی نیت سے سفر کرے، تو یہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی جائز و درست ہے۔ کیونکہ نہ صرف اس کے جواز پر دیوبندی علماء کا فتویٰ ہے، بلکہ اسی پر ان کا عمل بھی ہے۔ جیسا کہ ان کے حکیم الاسلام جناب طیب قاسمی صاحب نے اپنے بیان میں اس بات کا اعلان کیا ہے۔ کاش کہ دیوبندی سمجھ جاتے۔

## عرس میں شریک ہونا

بزرگوں کی قبر پر سال میں ایک بار حاضری دینا، فاتحہ پڑھنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا، وعظ کہنا اور وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا ایک ایسا عمل ہے جسے عرس کے نام سے جانتے ہیں۔ اور یہ عمل شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بھی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ارواحِ ثلاثہ میں ہے:

"شاہ عبد العزیز صاحب کا معمول تھا کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب کے مزارات پر سال بھر میں ایک مرتبہ تشریف لے جاتے، دیکھ کے اپ پہلے اپ کے متعلقین بھی اپ کے ساتھ جاتے اور وہاں جا کر فاتحہ پڑھتے فاتحہ کے بعد قرآن شریف یا مثنوی شریف کا آغاز فرماتے اور وعظ کے بعد چنے یا الائچی دانے یا اور کچھ تقسیم فرمادیتے تھے۔"

(ارواحِ ثلاثہ، حکایت نمبر ۲۹، ص ۳۸)

دیوبندی علماء ہمیشہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم دیوبندی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز دہلوی صاحب کے مسلک پر ہیں۔ اگر اس میں سچائی ہوتی تو عرس سے ہر گز انکار نہ کرتے۔ اور نہ ہی عرش میں شریک ہونے والوں کو برا جانتے۔ مگر بد فہمی اور ضد وہٹ دھرمی کا برا ہو کہ دیوبندیت اسی میں مبتلا ہے۔

نیز دیوبندیوں کے حکیم الاسلام صاحب کہتے ہیں:

> "ہمارے دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب نقشبندی تھے اور ہر سال حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر عرس کے موقع پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ یہ دار العلوم کے مفتی اعظم تھے۔"

(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۱۰، ص ۱۸۲)

محترم قارئین! دیکھ لیں۔ ہر سال مزار شریف پر ہونے والے عرس میں دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم شریک ہوتے تھے۔ اگر یہ کارِ گناہ، یا بدعت ہے تو غور کریں کہ دیوبندیوں کے مفتی اعظم یہ گناہ اور بدعت کا مرتکب ہوتے رہے مگر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ آخر کیوں؟ غور فرمائیں۔ نیز یہی صاحب ایک خطاب میں بیان کرتے ہیں:

> "ہمارے دار العلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی، مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب، یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے، ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی انہیں نہیں روکتا تھا"

(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷، ص ۲۱۹)

لہذا اگر کوئی سنی بزرگانِ دین کے عرس میں شریک ہوتے ہیں، تو اس کا یہ عمل دیوبندیوں کے نزدیک بھی درست ہے۔ کیونکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، جن سے دیوبندی علماء خود کو منسوب کرتے ہیں، ان کا اور ان کے دار العلوم دیوبند کے مفتی اعظم کا یہی معمول رہا ہے۔

## میلاد شریف کرنا

میلاد شریف کے خلاف دیوبندیوں نے اپنی ابتدا سے لے کر آج تک جتنی تحریر و تقریر کی ہیں ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ان کی کسی بھی کتاب کو جو اس موضوع پر ہو یا اختلافی موضوعات پر ہو اٹھا کر دیکھ لیں، کیا کیا نہیں لکھا ہے۔ لیکن اب معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے امیر المومنین فی الحدیث، جناب یونس جونپوری صاحب کہتے ہیں:

"میلاد خوانی کو ہمارے اکابر منع کرتے ہیں، مگر بعض جگہ یہی میلاد ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی ایمان بچاتا ہے، میلاد کے قائل حافظ ابن حجر عسقلانی، محمد بن یوسف الشامی اور صاحب السیرۃ الشامیہ رحمہم اللہ جیسے اکابر تھے۔"

(ملفوظات، مع مختصر سوانح شیخ محمد یونس صاحب، ص۷۷)

ایک دفعہ اور عبارت پڑھیں، اور غور کریں کہ دیوبندیوں کے اس امیر المومنین فی الحدیث نے کتنی بڑی بات بیان کر دی ہے۔ "میلاد ایمان بچاتا ہے" اور متعدد بزرگانِ دین علماء و فقہاء اس کے قائل رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

اور دینِ دیوبندیت کے امام اہلِ سنت، جناب عبد الشکور لکھنوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"محافل میلاد کو تو کوئی منع یا ناجائز نہیں کہا۔ جو باتیں اس میں ناجائز کی جاتی ہیں ان کو منع کیا جاتا ہے۔" (تاریخی مضامین، ص۳۱)

لیجیے ! دیوبندیوں کے "امام اہلِ سنت" خود اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ محفل میلاد سے کوئی منع نہیں کرتا ہے۔ واہ واہ!

## قیام میلاد

جب محفلِ میلاد کا انعقاد ہوتا ہے تو اختتام محفل پر قیام بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق بھی دیوبندیوں کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں۔ دیوبندیوں کے مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

"حاجی امداد اللہ صاحب قیام میلاد فرماتے تھے اور اس کو جائز لکھتے تھے لیکن حضرت گنگوہی قیام نہیں فرماتے تھے بلکہ اس کو بدعت لکھتے تھے"

(تفسیر رشیدی، ص ۳۲)

حاجی امداد اللہ صاحب رشید احمد گنگوہی کے پیر تھے، اور انہیں دیوبندی "اعلیٰ حضرت" کہتے ہیں۔ ان کا یہ معمول تھا کہ میلاد شریف بھی کرتے تھے اور اس میں قیام بھی فرماتے تھے، مگر اسے رشید احمد گنگوہی بدعت لکھتے تھے۔ اسی طرح رشید احمد گنگوہی کے استاد تھے مفتی صدر الدین صاحب، اور شاہ احمد سعید صاحب، یہ دونوں حضرات بھی قیامِ میلاد کے قائل تھے اور اس پر باضابطہ مضمون بھی تحریر کیا تھا، جیسا کہ عاشق الہی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

"اس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑ رہے تھے انہی دنوں جناب مفتی صدر الدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام کا لکھ کر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے اور پڑھ کر سنایا شاہ صاحب نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔" (تذکرۃ الرشید، اول، ص ۳۱)

معلوم ہوا کہ رشید احمد گنگوہی کے دو استاد اور ایک پیر جن کو دیوبندی اپنا اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، وہ قیام میلاد کے جواز کے قائل و عامل تھے۔

## جلوس نکالنا

ربیع الاول ہو یا اور کسی موقع پر جب اہلِ سنت وجماعت (بریلوی) جلوس نکالتے ہیں تو اس پر بھی دیوبندیوں کی رٹے رٹائے طوطے، عوام ہو خواہ علماء وہ یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ اس کی کیا ضرورت ہے یا اس طرح کے دیگر اعتراضات کرکے لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جواب انہی کے امام اہلِ سنت، جناب عبد الشکور فاروقی لکھنوی دیوبندی صاحب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”جلوس کی شکل میں جتنی تبلیغ ہوتی ہے وعظ کی محفلوں اور رسالوں سے اس کی عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتی۔“(تاریخی مضامین، ص ۳۲)

سبحان اللہ! اتنا عمدہ طریقہ کو غلط قرار دینے والے کو اپنے امام اہل سنت کی باتوں پہ غور کرنی چاہیے، اور جلوس جب نکلے تو اس پہ اعتراضات کے بجائے افادات پر نظر رکھیں۔ نیز دیوبندی کے یہی امام اہلِ سنت صاحب لکھتے ہیں:

> ”دوسری بات یہ ہے کہ جلوس کی مزاحمت ہو رہی ہے اس لیے اس پر اصرار کیا جارہا ہے اور جب تک یہ مزاحمت رفع نہ ہو انشاء اللہ تعالی یہ اصرار قائم رہے گا۔“(تاریخی مضامین، ص ۳۲)

لہذا دیوبندی وہابی چونکہ جلوس کی مزاحمت کرتے ہیں، جو عبد الشکور لکھنوی کے فرمان کے مطابق اصرار کے لیے کافی ہے۔ اور اس طرح ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) جلوس کی شکل میں دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں گے۔ جو وعظ کی محفل اور رسالوں سے زیادہ بہتر اور مفید ہے۔

## اجتماعی صلوٰۃ وسلام

درود وسلام ہم اہلسنت وجماعت (بریلوی) اجتماعی طور پر بھی پڑھتے ہیں اور انفرادی طور پر بھی، ضروری کسی کو نہیں سمجھتے البتہ ادب ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق دار العلوم دیوبند کے مفتی جناب عمران دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

> "اگر حضور ﷺ کو حاضر و ناظر جان کر سلام پڑھا جائے، تو مطلقاً جائز نہیں، البتہ اس عقیدے کے بغیر اگر پڑھا جائے تو انفرادی اور اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا جائز ہے اور ثواب کا باعث ہے۔ البتہ اجتماعی ہیئت پر درود شریف پڑھنے کو لازم اور ضروری سمجھنا درست نہیں۔"

(فتاویٰ وقف دار العلوم دیوبند، جلد اول، ص ۲۲۱)

چونکہ مفتی صاحب دیوبندی ہیں، اس لیے تحریر سے دیوبندیت صاف ٹپک رہی ہے۔ باوجود اس کے انہوں نے یہ کہہ ہی دیا کہ انفرادی و اجتماعی دونوں طرح سے حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا جائز بلکہ باعثِ ثواب ہے۔

## زیارتِ قبور کے لیے دن کا تعین

بزرگانِ دین ہوں یا عامی شخص ان کی وفات کے بعد ان کی قبر کی زیارت کے لیے کسی بھی دن کا تعین کرنے کو بھی دیوبندی علماء برا جانتے ہیں اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اسے بھی بدعت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”زیارتِ قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے اور فی نفسہ اصل زیارت جائز ہے۔ اور تعین وقت کی سلف میں نہ تھی۔ یہ بدعت اس طرح کی ہے جو فی نفسہ جائز ہے۔“ (فتاویٰ عزیزی، ص ۱۷۲)

معلوم ہوا کہ بدعت ایسی بھی ہوتی ہے جو جائز ہوتی ہے، اور دیوبندی جو ہر بدعت کو گمراہی کہتے اور لکھتے وہ یقیناً زیادتی کرتے ہیں اور اپنے روحانی پدر کے مخالفت کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات سلف میں نہ ہو وہ ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو، بلکہ شاہ صاحب کے مطابق وہ فی نفسہ جائز ہوتی ہے۔ کاش کہ دیوبندی حضرات سمجھیں!

## قبر میں تبرکات و شجرہ مشائخ وغیرہ رکھنا

اس عنوان کے تحت غریب اللہ دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”تذکرۃ الرشید جلد دوم، ص ۲۹۰ پر ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت! قبر میں شجرہ رکھنا جائز ہے؟

فرمایا ہاں جائز ہے۔ مولانا نے پھر پوچھا کہ کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے؟

فرمایاہاں ہوتاہے۔ پھر فرمایاکہ کفن میں نہیں رکھناچاہیے،(سرہانے کی طرف)
طاق کھود کر رکھ دے۔"(ضرب شمشیر، ص۲۶)

نیز اسی عمل کو فتاویٰ عزیزی کے حوالے سے بھی درست اور بزرگوں کا معمول ثابت کرکے یہی دیوبندی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"ایسے ہی کفنی اور عہد نامہ لکھنافقہاء نے مباح س مستحب لکھاہے۔"

(ضرب شمشیر، ص۲۷)

باوجود اس کے آپ جب کسی کی وفات پر بوقتِ تدفین ان کی قبر میں ان کے پیر و مرشد کا شجرہ یا عہد نامہ وغیرہ رکھتے ہیں اور کوئی دیوبندی مولوی یاعامی شخص کو آپ دیکھیں گے شرک وبدعت کے راگ الاپنے لگیں گے۔ حالانکہ اپنے علماء ہی کی کتاب دیکھ چکے ہوتے تو ایسی حرکت نہ کرتے؟

## قبر پر پھول ڈالنا

قبر پر پھول ڈالنے پر بھی دیوبندی علماء اور عوام سخت مخالفت کرتے ہیں اور اسے بھی بدعت و حرام کہہ ڈالتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ جن کو اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں، کم از کم انہی کی کتاب دیکھ لیتے تو ایسی حماقت ہرگز نہیں کرتے۔ کیونکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب جن سے اپنے آپ کو دیوبندی حضرات منسوب کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خرمے کے درخت کی تازہ دوشاخیں قبر پر سرہانے کی جانب رکھ کر فرمایاکہ امید ہے کہ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں گی، ان کی تسبیح کی برکت سے اس میت کے عذاب میں تخفیف رہے گی، اسی وجہ سے بعض علماء نے بہتر جاناکہ پھول قبر پر رکھاجائے۔"

(فتاویٰ عزیزی، ص ۱۹۰)

شاہ صاحب کے اس فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد دیوبندیوں کے مفتی محمد رضوان صاحب لکھتے ہیں:

"پس اگر کوئی قبر پر تازہ پھول یا پھول کی تازہ پتیاں ڈالے، تو اس پر نکیر مناسب معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ اجتہادی و اختلافی مسئلہ ہے، جس پر نکیر مناسب نہیں ہوا کرتی۔" (ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی، اکتوبر ۲۰۱۹ء، ص ۷۹)

نیز حال ہی میں دیوبندیوں کے عالمی شہرت یافتہ تبلیغی واعظ جناب طارق جمیل صاحب نے اپنے بیٹے کی موت پر ان کی قبر پر پھول ڈال کر ثابت کر دیا کہ اب تک دیوبندی حضرات بے جا اس مسئلہ پر اعتراض و تنقید کرتے رہے ہیں۔

## قبر پر اذان دینا

قبر پر اذان دینا، ایک ایسا عمل ہے جس سے دیوبندی ایسے چیں بہ جبیں ہوتے ہیں گویا کوئی جرم عظیم کر دیا ہو، اور شور و غل کے ساتھ شرک و بدعت کا فتویٰ داغ دیتے ہیں، حالانکہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بعض مشائخ کا یہ بھی عمل ہے کہ بعد دفن کرنے کے قبر پر اذان کہتے ہیں"

(ملفوظات شاہ عبد العزیز، ص ۱۱۷)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام دیکھ کر ممکن ہے کوئی دیوبندی اگر مگر کہہ کر نکلنے کی کوشش کرے۔ اور چونکہ اس سے قبل بھی کئی حوالے ان کے فتاوی سے نقل کیے گئے ہیں۔ اس لیے یہاں ہم ان کے امام اہلِ سنت جناب سر فراز گکھڑوں صاحب کا فرمان نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"بلاشک دیوبندی حضرات کے لئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔" (اتمام البرہان، ص۱۳۹)

معلوم ہوا کہ جو دیوبندی اذانِ قبر کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ایجاد کہتا ہے وہ جاہل ہے، یا جھوٹا مکار۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کے زمانے سے پہلے ہی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مشائخ کا عمل ہے۔

## بعد انتقال کے کھانا و فاتحہ خوانی

بندۂ مومن کے انتقال کے بعد غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا اور فاتحہ خوانی کر کے ان کے لیے ایصالِ ثواب کرنا، معمولاتِ اہلسنت میں سے ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی یہ بہترین عمل ہے۔ جیسا کہ اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بھی گمان نہ کریں کہ فوت شدہ لوگوں کو طعام سے فائدہ پہنچانا اور ان کی فاتحہ خوانی ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ یہ کام تو بہت بہتر اور افضل ہے۔"

(صراط مستقیم، مترجم، ص۱۱۰)

لہذا اب اگر کوئی دیوبندی اس پر کسی قسم کا اعتراض کرے تو ان کو یہ حوالہ دکھا کر ان کی علمی حیثیت کا احساس ضرور دلائیں۔ اور دریافت کریں کہ اپنے امام کی اس تحریر کے ہوتے ہوئے اس پر اعتراض کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟

## تیجہ چالیسواں وغیرہ

مسلمان کے انتقال کے بعد ان کے نام سے ایصالِ ثواب کی خاطر تیجہ، دسواں، بیسواں وغیرہ کو بھی دیوبندی حضرات بے سوچے سمجھے "بدعت" قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں کرنے والوں کو "بدعتی" کہہ

دیتے ہیں۔ مگر وقت کی تبدیلیوں کے ساتھ دیوبندیوں نے خود کو بدلنا شروع کیا، اور اب علماء دیوبند خود ان رسوم کو ادا کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ سعید خان دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"تیجہ اور چالیسواں جو ہمیشہ بدعت قرار دیئے جاتے رہے اب دیوبندی اور اہل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے علماء ان رسومات میں شریک ہونے لگے ہیں۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ کے سوئم ہوتے ہیں۔"

(دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے، ص ۱۴)

واہ! کیا بات ہے۔ اب تیجہ چالیسواں بڑے بڑے علماء و مشائخ دیوبند کے ہوتے ہیں۔ اب اسے کیا کہا جائے؟ کیا اب یہ بدعت نہیں؟

## دن یا تاریخ کا تعین کرنا

بعد از وفات ایصالِ ثواب کے لیے یا دیگر کسی امور کے لیے دن یا تاریخ کے تعین کرنے پر بھی دیوبندی علماء و عوام کو اعتراض ہوتا ہے اور جتنے منہ اتنی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ صحیح معنوں میں دینی بصارت و بصیرت سے محروم اور فکر و تدبر کے دشمن ہوتے ہیں۔ جو بات کو لاکھ سمجھانے پر بھی سمجھنے کو راضی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کو ہماری نہیں تو کم از کم اپنے علماء کی باتوں کا تو علم اور اس کا احترام کرنا چاہیے ؟ اس تعلق سے ان کے اپنے علماء کیا کہتے ہیں، قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ جناب غریب اللہ دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"رہا تعین تاریخ تو یہ بات تجربے سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کام کسی خاص وقت میں معمول ہو وہ ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کسی کو

خیال بھی نہیں ہوتا تو اس قسم کی مصلحتیں برابر ہر امر میں ہوتی ہیں۔ پس یہی مصالح تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔"(ضرب شمشیر، ص ۳۱)

لیکن علماء دیوبند ہوں یا عوام دیوبند وہ بڑی چالاکی سے عوام الناس کے غلو اور ان کے خرافات کو بنیاد بنا کر اس امر کو غلط ٹھہرانے کی ہر چند کوششیں کرتے ہیں۔ ایسی ذہنیت کے لوگوں کے پیش نظر یہی دیوبندی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"رہا عوام کا غلو تو اولاً تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے اس عمل سے کیوں منع کیا جائے ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ **لنا اعمالنا و لکم اعمالکم**"(ضرب شمشیر، ص ۳۱)

سبحان اللہ! اگر یہی بات ہم کہتے تو دیوبندی اگر مگر کرتے، اور حق تسلیم کرنے سے صاف انکار کر جاتے۔ لیکن اب تو اپنے ہی مولوی صاحب نے وضاحت کر دی کہ دن یا تاریخ کے تعین سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور عوام میں پائی جانے والی خرافات کی اصلاح کی جائے گی نہ کہ عمل کو ہی منع کر دیا جائے گا۔ نیز عوام کے غلو کا اہلِ فہم پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

## جمعہ کی اذانِ ثانی خارجِ مسجد دینا

جمعہ کے دن اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی مساجد میں اذانِ ثانی مسجد کے باہر سے دی جاتی ہے، مگر دیوبندی اندرون مسجد ہی اذان دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ درست مسئلہ کیا ہے؟ احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب اپنے محدث جناب انور شاہ کشمیری صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حضرت نے درس بخاری شریف مورخہ ۲۷ جون ۳۲ء میں فرمایا ۲۰۔ ۲۱ سال پہلے احمد رضا خان نے اذان ثانی للجمعہ کے خارج مسجد ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔

اور صرف یہی مسئلہ ہے کہ اس نے حق کہا ہے مگر اسی میں سب سے زیادہ ذلیل ہوا۔ حضرت مولانا شیخ الہند سے میری اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی اور میں نے ان سے بھی یہی بات کہی تھی کہ یہ بات اس نے حق کہی ہے، کیونکہ ابو داؤد میں تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی (اندر نہ ہوتی تھی) اور اندر ہونے کی اصل بنی امیہ سے ہے، اور چاروں مذاہب میں اندر ہونے کا سامان نہیں ہے۔" (انوار الباری، جلد ۱۷، ص ۹۸)

کتنا جھوٹ بولتے ہیں یہ لوگ۔ کیا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صرف یہی ایک مسئلہ درست لکھا ہے؟ کیا کوئی دیوبندی بڑے سے لے کر چھوٹے تک انور کشمیری صاحب کی اس بات کو درست ٹھہرائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی علمی شان و شوکت کا خطبہ تو دیوبندی علماء برسوں سے پڑھتے آئے ہیں۔ بہر حال! یہ تو ثابت ہو گیا کہ جمعہ کے دن اذانِ ثانی مسجد کے اندر نہیں بلکہ باہر دینی چاہیے۔ مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے دیوبندی حضرات قصداً مسجد کے اندر ہی اذان دیتے ہیں۔ تاکہ ہماری پہچان اہلسنت وجماعت (بریلوی) سے الگ قائم رہے۔

## اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا

اذان سے قبل بعض مقامات پر درود شریف پڑھے جاتے ہیں۔ جس پر اپنی عادت سے مجبور دیوبندی اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے مفتی فرید صاحب لکھتے ہیں:

"اذان سے پہلے یا بعد درود شریف کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اسے اذان کا حصہ ماننا اور اسے ضروری سمجھنا جو آج کل اہل بدع کا شعار بن چکا ہے۔ بدعت ہے۔ کیونکہ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ فقط"

(فتاویٰ فریدیہ، جلد اول، ص ۳۱۲)

یعنی اصولی طور پر اذان سے پہلے یا اذان کے بعد درود شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اسے اذان کا حصہ یا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اہلسنت وجماعت (بریلوی) درود شریف کو اذان کا حصہ سمجھتے ہیں؟ تو اس کا جواب ہے، نہیں! دنیا کا کوئی بھی مسلمان درود شریف کو اذان کا حصہ نہیں سمجھتا ہے۔ تو کیا کوئی اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں؟ اس کا بھی جواب ہے نفی میں ہے۔ کیونکہ ہماری مساجد میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو بلا درود شریف پڑھے ہی اذان دیتے ہیں اور کوئی انہیں کچھ نہیں کہتا۔ اگر ضروری ہوتا تو ایسا نہیں ہوتا۔ لہذا جو لوگ یہ کہے کہ اہلسنت وجماعت (بریلوی) درود شریف کو اذان کا حصہ یا اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں وہ جھوٹے اور مکار ہیں۔ ان کی باتوں پہ یقین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

## انگوٹھا چومنا

اذان کے وقت اگر آپ نام محمد ﷺ پر انگوٹھا چوم لیں، تو دیوبندیوں کے چہرے کا جغرافیہ ایسے بدل جاتا ہے گویا بہت بڑا گناہ کر دیا ہو۔ بلا شبہ ایسے لوگ بھی جہل وہٹ دھرمی کے شکار ہوتے ہیں۔ کیونکہ دیوبندیوں کے امام اہلِ سنت جناب عبد الشکور فاروقی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

"اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھد ان محمد رسول الله سنے تو یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے قرۃ عینی بک یا رسول الله اللھم متعنی بالسمع والبصر۔" (علم الفقہ، ص۱۵۸)

نیز دیوبندیوں کے مفتی عزیز الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"علامہ شامی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت اذان میں ایسا کرنا مستحب ہے۔" (فتاویٰ دار العلوم دیوبند مدلل ومکمل، جلد اول، ص ۷۲)

**محترم قارئین کرام!** ان دونوں حوالوں میں اس عمل کو "مستحب" لکھا گیا ہے۔ اور مستحب عمل کے متعلق دیوبندیوں کے عارف باللہ جناب ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب کہتے ہیں:

"کسی بھی مستحب کو چھوڑنا نہ چاہیے..... کہ اس سے محرومی کا اندیشہ ہے..... خصوصا مستحب کو ادنی اور معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دینا.... تو بڑی خطرناک بات ہے.... اگر مستحب پر عمل کرنے سے کوئی عذر معقول پیش آجائے..... تو جس قدر بھی آسانی سے ممکن ہو.... اتنا ہی عمل کر لیا جائے، چھوڑا نہ جائے۔"

(یادگار باتیں، ص۱۳۳)

## اقامت میں کب کھڑے ہوں؟

دیوبندی حضرات، نماز کے لیے اقامت سے قبل ہی امام و مقتدی سب کھڑے ہو جاتے ہیں، جبکہ اہلسنت وجماعت (بریلوی) اس وقت کھڑے ہوتے ہیں جب مکبر حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کہتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندیوں کے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کا امر استحبابی ہے"

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند مدلل و مکمل، جلد سوم، ص ۵۴)

نیز ایک سوال کے جواب میں یہی صاحب لکھتے ہیں:

"نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جاویں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جاویں تو کچھ محلے اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہا نے لکھا ہے اور در مختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جاویں۔ بہر حال اس میں ہر طرف وسعت ہے۔ مگر اتباع تصریحات فقہا کا اولی وافضل ہے۔"

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند مدلل و مکمل، جلد اول، ص ۸۷)

جبکہ احمد رضا بجنوری دیوبندی صاحب انور شاہ کشمیری صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نماز جماعت کی اقامت پوری ہونے کے بعد کھڑے ہوتے تھے، اور بعض سے یہ کہ اقامت کے دوران کھڑے ہوتے تھے اور ہماری کتب فقہ حنفی میں بھی دونوں طرح ہے۔" (انوار الباری، جلد ۱۵، ص ۲۲۸)

لیکن اقامت سے پہلے کھڑے ہونے کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔ باوجود اس کے دیوبندیوں کا معمول ہے کہ اقامت سے پہلے ہی امام و مقتدی سب کے سب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر اصل مسئلہ کیا ہے؟ آپ کے سامنے انہی کی کتابوں کے حوالے پیش کر دیے گئے ہیں۔

## بعد سنن ونوافل اجتماعی دعا

ہندوپاک کے بعض علاقوں میں مسلمان بعد نماز سنن ونوافل علی الدوام اجتماع دعا کرتے ہیں، جن کو بے دریغ علماء دیوبند جو دراصل جہلاء دیوبند ہوتے ہیں بدعت قرار دے کر عوام الناس میں تنافر کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے مفتی جناب سردار صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

دیوبند کا روح رواں حضرت مولانا شاہ انور شاہ کشمیری فیض الباری (۴/۴۱۷) میں رقم طراز ہے۔

**لاریب ان الادعیة دبر الصلوات قد تواترت لاینکر اما رفع الایدی فثبت بعد النافلة مرةٍ او مرتین فالحق بها الفقهاء المکتوبة ایضاً و ذهب ابن تیمیة و ابن القیم الی کونه بدعةٍ بقی ان المواظب علی امر لم یثبت عن النبی ﷺ الا مرة او مرتین کیف هی فتلک الشاکلة فی جمیع المستحبات فانها تثبت طوراً فطوراً ثم الامة تواظب علیها نعم نحکم بکونها بدعةٍ اذا افضی الامر الی النکیر علی من ترکها.**

اس عبارت میں شاہ صاحب نے نفل اور فرض دونوں کے بعد بھیئة اجتماعیہ علی الدوام ثابت کیا البتہ التزام کو بدعت قرار دیا اور یہ بھی واضح کیا کہ مطلقاً نفل کے بعد بھیئة اجتماعیہ کو بدعت کہنے والا ابن تیمیہ ہے۔

(پنج پیری حضرات یعنی مماتی ٹولہ دیوبندی نہیں، ص ۱۲۰، ۱۲۱)

نیز آگے لکھتے ہیں:

"علماء دیوبند کا مایۂ ناز مفسر، محدث، مفتی و مرشد اور حر فن میں تصنیف کا شہسوار حکیم الامت مولانا تھانوی نے امداد الفتاوی جلد اول کے آخر میں ایک رسالہ ذکر کیا ہے جس میں مطلق دعا جو انفراداً، اجتماعاً، بعد الفرض وسنن کو شامل ہے۔ چاروں ائمہ کی تصریحات سے ثابت کیا ہے اور اس کو بدعت کہنے والوں پر خوب رد کیا ہے۔" (پنج پیری حضرات یعنی مماتی ٹولہ دیوبندی نہیں، ص ۱۲۱)

لہذا حقائق سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے حسبِ سابق اس دعا کے کرنے والوں پر بدعت کے گولے داغنا اہلِ حق ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو زیب نہیں دیتا۔

## نماز کے بعد مصافحہ

نماز کے بعد نمازی حضرات کے آپس میں مصافحہ کرنے پر بھی دیوبندیوں کو اعتراض ہوتا ہے۔ حالانکہ انہی کے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض نمازوں کے بعد خصوصی طور پر مصافحہ کا رواج پایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں اہلِ علم کی رائیں مختلف ہیں، بعض حضرات نے مصافحہ کی عمومی اباحت کے پیشِ نظر اس کو جائز قرار دیا ہے۔" (قاموس الفقہ، جلد ۵، ص ۱۰۳)

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اباحت کے قائل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فقہائے حنفیہ میں بھی حصکفی (رحمۃ اللہ علیہ) کا رجحان اباحت کی طرف ہے۔"

(قاموس الفقہ، جلد ۵، ص ۱۰۳)

ایک اور اہم بات انہوں نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھی ہے، لکھتے ہیں:

”ہاں اگر کوئی مسجد میں آئے، لوگ مصروف نماز ہوں، یا نماز شروع ہی کیا چاہتے ہوں، پھر نماز سے فراغت کے بعد آنے والا شخص پہلے ان کو سلام کرے پھر مصافحہ تو یہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہو گا۔“(قاموس الفقہ، جلد۵، ص۱۰۳)

## واضح رہے

راقم الحروف نے علماء دیوبند کی کتابوں کے جو حوالہ جات عقائد و معمولاتِ اہلسنت کی تائید و حمایت میں نقل کیے ہیں، وہ محض اتنے ہی نہیں ہیں بلکہ ڈھیروں اقتباسات و حوالہ جات ابھی ہمارے پاس الحمدللہ! موجود ہیں، جن کو قصداً چھوڑ دیا ہے کہ رسالہ مزید ضخامت کا متحمل نہیں ہے۔ لیکن قارئین کرام اگر ان عقائد و معمولاتِ اہلسنت پر تفصیلی معلومات کے خواہاں ہیں، تو حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **”جاءالحق“** اور علامہ سعید اللہ خان قادری صاحب کی تخریج و تحقیق پر مبنی کتاب **”سعید الحق فی تخریج جاءالحق“** بھی ملاحظہ مائیں۔ نیز دیوبندیوں کے جدید و قدیم اعتراضات و اشکالات پر تحقیقی جواب کے لیے مجاہد اہلسنت حضرت علامہ حامد رضوی صاحب کی لاجواب کتاب **”حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی“** کی دونوں جلدیں ملاحظہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں فرقہائے باطلہ کے مکر و فریب سے واقفیت و آگاہی کے لیے امام اہلسنت اعلیٰحضرت

امام احمد رضا خان حنفی قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ، نیز پاک و ہند کے دیگر علماء اہلسنت وجماعت (بریلوی) کی کتب ورسائل کو زیرِ مطالعہ رکھیں۔

تمت بالخیر